Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

ماہنامہ کشمیرالیوم

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 22، شمارہ نمبر 12، جولائی 2025ء مُحرّم / صفر ۱۴۴۷

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی — حامد میر

سرور منیر راؤ — رُباب عائشہ — عاصم قدیر رانا

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب

آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم

گلگت بلتستان : عبدالہادی ہونجوی

سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی

جموں : وجے کمار رینا

لداخ : جعفر حسین علوی

لندن : انوار الحق

نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابو حماد

کمپوزنگ :

منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف

معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

اس شمارے میں

اداریہ	جنگ بندی کے بعد کا سوال!!!	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	شملہ معاہدہ کا خاتمہ۔۔ایک معمہ	سید عارف بہار	4
اظہار خیال	ایران اسرائیل جنگ اور امریکہ	شہزاد منیر احمد	6
فکر و دانش	عالمی دہشت گردی اور اقوام متحدہ	محمد احسان مہر	8
فکر و نظر	برصغیر سے مشرق وسطیٰ تک	محمد شہباز بڈگامی	9
تذکرہ شہداء	کشمیر کا چی گویرا : برہان مظفر وانیؒ	میر عبدالرشید فرقانی	11
یوم شہدائے کشمیر	94واں یوم شہدائے کشمیر	غلام اللہ کیانی	13
اظہار حق	ایران اسرائیل معرکہ	سید عمر اویس گردیزی	15
عالمی پریس	اسرائیل و ایران جنگ۔۔۔	امجد بٹ مری	20
حق بات	ایران کشمیر اور امت مسلمہ	شیخ عبدالمومن	24
حرف حُر	والدین کا لاڈلا شہید برہان وانیؒ	شیخ محمد امین	25
سوال و جواب	آپ نے پوچھا ہے!!!	مفتی خالد عمران خالد	27
داستان حجازی	راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی	وسیم حجازی	28
حرف حق	ایران، امریکہ اور اسرائیل	محمد جواد	30
کشمیر کے شب و روز	مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونی معرکے	ہمایوں قیصر	32

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط و کتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ ”کشمیر الیوم“ NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

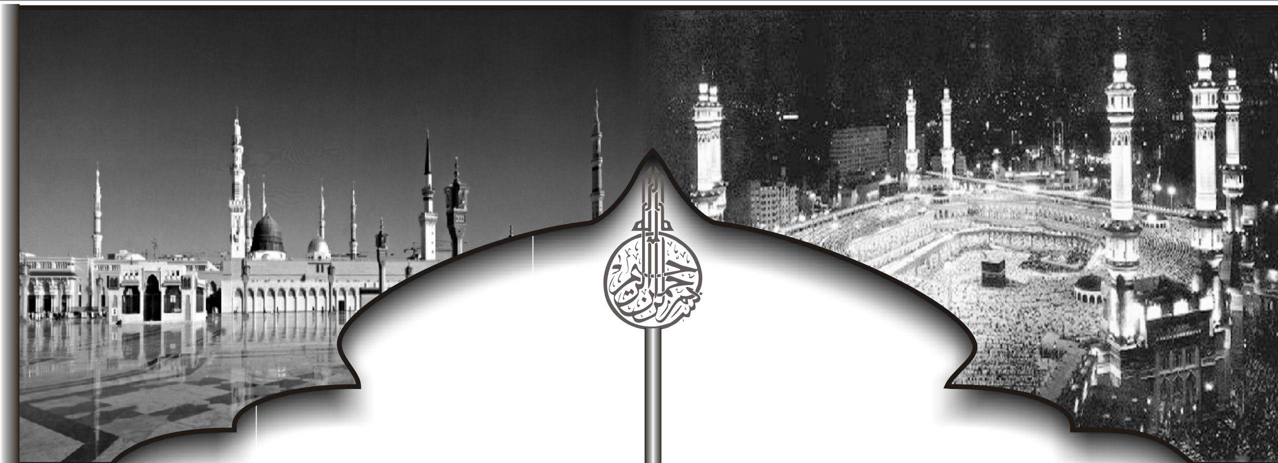

القرآن

کتاب الٰہی عین حق کی کتاب ہے!!!

ا۔ل۔م۔ر، یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں، اور جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ عین حق ہے، مگر تمہاری قوم کے اکثر لوگ مان نہیں رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں، پھر وہ اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، اور اُس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اِس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقتِ مقرر تک کے لیے چل رہی ہے اور اللہ ہی اِس سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، شاید کہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو۔ اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں اور دریا بہا دیے ہیں۔ اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطّے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اب اگر تمہیں تعجّب کرنا ہے تو تعجّب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ "جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سِرے سے پیدا کیے جائیں گے؟" یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ سے کُفر کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ یہ جہنّمی ہیں اور جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۃ الرعد آیت 1 تا 5) سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن

الحدیث

قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا!!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے "اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ قرض سے اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

(صحیح بخاری)

جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے!!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جب نماز کے لیے (اذان) ہوتی ہے، تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگ نکلتا ہے، جس سے اسے اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ جب ندائے صلوٰۃ اختتام کو پہنچ جاتی ہے، تو پھر وہ لوٹ آتا ہے۔ اس کے بعد جب نماز کے لیے تکبیر کہی جاتی ہے، تو پھر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر اختتام کو پہنچ جاتی ہے، تو (وہ) نمازی کے دل میں کھٹکا ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں واقع یاد کر، جو اس سے پہلے اس کو یاد نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ نمازی کو یہ یاد نہیں رہتا، اس نے کتنی (رکعات) نماز پڑھی ہے۔"

(صحیح بخاری)

جنگ بندی کے بعد کا سوال !!!

مشرقِ وسطیٰ ایک بار پھر عالمی سیاست کا مرکز بن چکا ہے۔ایران اور اسرائیل کے درمیان حالیہ عسکری تصادم، اور پھر اس میں امریکہ کی شمولیت نے خطے کو ایک نئے بحران سے دو چار کر دیا۔تاہم تازہ اطلاعات کے مطابق ایران، اسرائیل اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی کا اعلان ہو چکا ہے۔مگر سوال یہ ہے: آیا یہ سیز فائر پائیدار امن کا پیش خیمہ ہے یا محض آئندہ تصادم سے پہلے کی خاموشی؟ 13 جون کو اسرائیل کی جانب سے ایرانی جوہری تنصیبات پر کیے گئے حملوں کے بعد خطے کی فضاء یکا یک تبدیل ہوگئی۔ان حملوں میں ایرانی سائنسدانوں اور اعلیٰ فوجی حکام کی ہلاکت نے تہران کو فوری ردعمل پر مجبور کر دیا۔ایران نے محدود وقت میں جوابی کارروائی کر کے اسرائیل کے کئی عسکری اور معاشی مراکز کو نشانہ بنایا، جن میں حیفہ کی آئل ریفائنری، بن گورین ایئر پورٹ اور اسرائیلی فوجی انٹیلی جنس کا اہم کمپلیکس شامل تھے۔اس کارروائی نے نہ صرف اسرائیلی دفاعی نظام آئرن ڈوم کی کارکردگی پر سوال اٹھا دیے بلکہ اسرائیلی شہریوں میں بھی شدید خوف و ہراس پھیل گیا۔

امریکہ کی جانب سے ابتداء میں جنگ سے لاتعلقی ظاہر کی گئی، مگر جب ایرانی میزائلوں نے خلیج میں واقع دوحہ کے امریکی ایئربیس کو نشانہ بنایا، تو معاملہ یکسر بدل گیا۔امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ، جو ابتداء میں ایران کو مکمل ''سپردگی'' کا الٹی میٹم دے رہے تھے، چند ہی روز میں قطر کے امیر سے درخواست کرتے پائے گئے کہ وہ تہران کو جنگ بندی پر آمادہ کریں۔اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امریکہ اس جنگ کو پھیلانے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ادھر اسرائیل میں بنجامن نیتن یاہو کی حکومت کو شدید دباؤ کا سامنا ہے۔ان کی برسوں پرانی خواہش کہ امریکہ ایران پر براہ راست حملہ کرے، بالآخر پوری تو ہوئی مگر اس کے بدلے اسرائیل کو داخلی عدم استحکام، دفاعی نظام کی ناکامی اور علاقائی تنہائی جیسے سنگین چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔دوسری طرف ٹرمپ کی ریپبلکن پارٹی میں بھی اختلافات کی لہر دوڑ گئی ہے۔پارٹی رہنما مارجری ٹیلر گرین جیسے افراد نے کھل کر اسرائیل کی ''پرائی جنگ'' میں شمولیت کی مخالفت کی ہے۔امریکی عوام کی اکثریت بھی جنگ کے خلاف ہے، جیسا کہ حالیہ سروے ظاہر کرتا ہے کہ صرف 16 فیصد امریکی اس مداخلت کے حامی تھے۔اس پس منظر میں سیز فائر کا اعلان بظاہر خوش آئند ہے، لیکن اگر اس کے اسباب اور سیاق وسباق کا گہرائی سے تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ یہ صرف ایک عارضی وقفہ ہے، نہ کہ مکمل امن کا آغاز۔اس سیز فائر نے اگرچہ جنگی شعلوں کو وقتی طور پر بجھا دیا ہے، لیکن اصل تضادات، تنازعات اور طاقت کے توازن کی جنگ جوں کی توں برقرار ہے۔ایران نے اس بحران میں نہ صرف عسکری تحمل و مہارت کا مظاہرہ کیا بلکہ سفارتی سطح پر بھی اپنی خودمختاری اور جوابی صلاحیت کو منوایا۔اسرائیل اور امریکہ کو یہ پیغام واضح طور پر ملا ہے کہ تہران کو ''نرم ہدف'' سمجھنا ایک مہلک غلطی ہوسکتی ہے۔مشرقِ وسطیٰ کے اس تازہ ترین بحران نے عالمی طاقتوں، خاص طور پر امریکہ، کو یہ سبق دیا ہے کہ یکطرفہ عسکری کارروائیاں اب آسان نہیں رہیں۔کسی ایک فریق کی بالادستی کا خواب اب حقیقت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ خطے میں پائیدار امن کے لیے عالمی ادارے، علاقائی قوتیں، اور فریقین دانشمندی، مکالمے اور سفارتکاری کا راستہ اپنائیں۔ورنہ اگلا تصادم شاید سیز فائر کا موقع بھی نہ دے۔

برہان مظفر وانی ؒ، ایک پیغام، ایک مشن۔۔8 جولائی اور تحریکِ آزادی کشمیر

8 جولائی 2016 کا دن تحریکِ آزادی کشمیر کے سفر میں ایک تاریخی سنگِ میل ہے۔اس روز نوجوان کمانڈر برہان مظفر وانی ؒ کی شہادت نے پوری وادی کو سڑکوں پر لاکھڑا کیا، اور عالمی ضمیر کو جھنجھوڑا۔برہان کوئی عام مجاہد نہ تھا بلکہ وہ کشمیر کے مظلوم عوام کا ترجمان، اور بھارت کے جبر کے خلاف پرعزم نسل کا استعارہ تھا۔برہان نے اس شعور اور جذبے کو جنم دیا جو دہائیوں کی جدوجہد، قربانیوں اور قیادت کا ثمر تھا۔اُس کے فکری خدوخال کی تشکیل میں امام سید علی گیلانی ؒ جیسی عظیم شخصیات کا گہرا اثر تھا۔امام گیلانی ؒ نے جس نظریاتی، دینی اور سیاسی استقامت کا پرچم بلند رکھا، برہان وانی اسی قافلے کا سپاہی تھا۔برہان نے اپنی زندگی اور شہادت کے ذریعے دراصل سید گیلانی ؒ کے اُس مؤقف کی تائید کی جس میں آزادی کو دنیوی مصلحتوں پر ترجیح دی گئی۔اسی طرح سید صلاح الدین احمد جنہوں نے عسکری میدان میں مزاحمت کا پرچم بلند رکھا، برہان کی عسکری تربیت اور تحریک میں ایک مرکزی حوالہ تھے۔برہان، حزب المجاہدین کے اس کارواں کا روشن چہرہ تھا جس کی قیادت سید صلاح الدین برسوں سے کر رہے ہیں۔برہان کی شہادت دراصل اُس جذبۂ حریت کا تسلسل تھی جسے مجاہدین کشمیر نے میدانِ جہاد میں زندہ رکھا۔ 8 جولائی محض ایک تاریخ نہیں بلکہ ایک نظریے، ایک قافلے اور ایک تسلسل کی علامت ہے، جہاں برہان وانی ؒ کا خون، امام سید علی گیلانی ؒ کی فکر اور سید صلاح الدین احمد کی مزاحمت ایک ساتھ بولتی ہے۔یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ برہان ؒ ایک فرد نہیں، تحریک کا روشن چہرہ تھا، جو گیلانی کی فکر سے جڑا ہوا تھا اور یہی رشتہ کشمیر کی آزادی کا ضامن ہے۔

شملہ معاہدہ کا خاتمہ ایک معمہ

سید عارف بہار

بھارت کی طرف سے پاکستان کے بڑے شہروں پر میزائل حملوں کے باعث مغضوب الغضب پاکستانی عوام جواب کے لئے اپنی حکومت سے مختلف مطالبات دہرا رہے تھے جن میں ایودھیا کے رام مندر آر ایس ایس ہیڈ کوارٹر پر حملے اور شملہ معاہدہ کا خاتمہ بھی شامل تھا۔ایسے میں وزیر خارجہ خواجہ آصف کو آسان مطالبہ شملہ معاہدہ کے خاتمے کا اعلان ہی دکھائی دیا اور انہوں نے اپنے طور پر شملہ معاہدے کے خاتمے کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ آج کے بعد کنٹرول لائن کو سیز فائر لائن لکھا اور پکارا جائے۔ یہ محض ایک سیاسی نعرہ تھا اور اس پر عمل درآمد اور باضابطہ اعلان کے لئے تمام نظریں دفتر خارجہ پر مرکوز تھیں اور آخر کار ترجمان دفتر خارجہ نے باضابطہ اعلان کیا کہ حکومت نے ابھی شملہ معاہدے کے خاتمے کا فیصلہ نہیں کیا ۔اس سب کے باوجود ابھی بھی دھیمے سُروں میں یہ مطالبہ دہرایا جا رہا ہے کہ شملہ معاہدے کو ختم کر دینا چاہئے مگر صاف لگتا ہے کہ اس معاہدے کے خاتمے کے باضابطہ اعلان کی نوبت شاید ہی کبھی آئے گی ۔شملہ معاہدے کے خاتمے کا مطلب کشمیر پر بھارت کے ساتھ تعلقات اور راہ رسم کی تمام کشتیاں جلا دینا ہوگا جس کا پاکستان متحمل نہیں ہو سکتا۔شملہ معاہدہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والا پہلا معاہدہ تھا جس میں تیسرا فریق مستقل طور پر غائب ہو گیا تھا اور ایک بند کمرے میں تنازعے کے صرف دو فریقوں پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو اور بھارت کی وزیر

شملہ معاہدہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والا پہلا معاہدہ تھا جس میں تیسرا فریق مستقل طور پر غائب ہو گیا تھا اور ایک بند کمرے میں تنازعے کے صرف دو فریقوں پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو اور بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے باہمی طور پر کچھ اصول وضع کئے تھے ۔ان میں سب سے اہم نکتہ کشمیر کو تقسیم کرنے والی لکیر جو سیز فائر لائن سے کنٹرول لائن کا نام دینا تھا۔ یہ محض ایک اصطلاح اور نام کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک مقدمے کی نئی تشریح اور تعبیر تھی

اعظم اندرا گاندھی نے باہمی طور پر کچھ اصول وضع کئے تھے ۔ان میں سب سے اہم نکتہ کشمیر کو تقسیم کرنے والی لکیر جو سیز فائر لائن سے کنٹرول لائن کا نام دینا تھا ۔ یہ محض ایک اصطلاح اور نام کی

تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک مقدمے کی نئی تشریح اور تعبیر تھی ۔سیز فائر لائن یعنی حد متارکہ جنگ کا مطلب یہ تھا کہ ایک ایسی لکیر جہاں سوائے اس کے کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ گولی چلنا رک گئی ہے ۔اس لکیر کے دونوں جانب جو کچھ ہے عارضی ہے اور کوئی بھی واقعہ اور حادثہ سٹیٹس کو توڑ سکتا ہے ۔حد متارکہ جنگ ہونے کی وجہ سے کشمیریوں پر ایک بین الاقوامی اور تسلیم شدہ سرحد کے طور اس کا احترام اور پابندی لازم نہیں تھی ۔وہ اقوام متحدہ کے دیئے گئے حق سفر کے استعمال کے لئے کنٹرول لائن کو عبور کر سکتے تھے ۔گوکہ یہ سب کتابی باتیں تھیں کنٹرول لائن بننے سے پہلے بھی سیز فائر لائن منقسم کشمیریوں کے لئے موت کی وادی تھی جس کی طرف بڑھنے کی صورت میں کوئی سنسناتی ہوئی گولی سینوں کے پار اُتر سکتی تھی اور کوئی بارودی سرنگ پیروں سے لپٹ کر سب کچھ اُڑا سکتی تھے ۔سیز فائر لائن کے کنٹرول لائن میں بدلنے اور شملہ معاہدے ہونے کے بعد بھارت نے ایک دہائی سے زیادہ عرصہ تک پاکستان کو کسی عالمی فورم پر کشمیر پر بات نہیں کرنے دی ۔جب بھی پاکستان نے کشمیر کا معاملہ اُٹھانے کی کوشش کی تو بھارت نے شملہ معاہدہ کا حوالہ دے کر کہا کہ کشمیر تو شملہ معاہدے کے بعد بین الاقوامی مسئلہ نہیں رہا یہ دو ملکوں کا باہمی مسئلہ ہے اس پر دو ملکوں کے فورم پر ہی بات ہو سکتی ہے ۔شملہ معاہدہ ایک مخصوص نفسیاتی کیفیت میں اس وقت ہوا تھا جب پاکستان دولخت ہو چکا تھا اور اس کے نوے ہزار فوجی قید میں تھے ۔اس ماحول میں ایک متوازن معاہدہ ممکن بھی نہیں تھا مگر اس کے باوجود ذولفقار علی بھٹو اپنی ذہانت کے باعث ایک متوازن معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے ۔گوکہ اس وقت بھی پاکستان میں شملہ معاہدہ نامنظور کی تحریک چل رہی تھی جو حقیقت میں بھٹو حکومت کے اوپر ایک دباؤ کا کام دے رہی تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ شملہ معاہدہ کا ایک غیر تحریری حصہ بھی تھا جس میں بھٹو صاحب اندرا گاندھی کو یہ یقین دلا چکے تھے کہ وطن واپس جانے کے بعد وہ آزاد کشمیر کو صوبہ بنا کر کنٹرول لائن کو مستقل سرحد

بنا دیں گے۔ بعد ازاں یہ بیل منڈھے نہیں چڑھی تھی۔ پاکستان شملہ معاہدے کے ایک نفسیاتی حصار میں مقید رہا اور یہ سلسلہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں بھی جاری رہا۔ زمبابوے کے دارالحکومت ہرارے میں غیر جانبدار ملکوں کی کانفرنس میں کشمیری لیڈر کے ایچ خورشید اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوئے پہنچے اور انہوں نے کشمیر سے متعلق پمفلٹ تقسیم کرنا شروع کئے تو بھارت شملہ معاہدے کی دہائی دینے لگا۔ یہاں تک جنرل ضیاء الحق بھی بھارت کے اس احتجاج سے اس قدر گھبرا گئے تھے کہ جب ان کا مسٹر کے ایچ خورشید سے لابی میں آمنا سامنا ہوا تو انہوں نے ان کی آمد اور سرگرمیوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس دور میں پاکستان کی زباں بندی کے باعث ایک پوری نسل ہی مسئلہ کشمیر کی حقیقت سے بے خبر ہو چکی تھی۔ جنرل ضیاء الحق کشمیر پر اس حد تک دفاعی پوزیشن اختیار کئے تھے کہ وہ بھارت کو مسلسل ایک اور معاہدے یعنی معاہدہ عدم جارحیت کی پیشکش کرتے رہے۔ گویا کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو کے شملہ معاہدے کے اوپر ایک اپنا معاہدہ عدم جارحیت چاہتے تھے۔ کے ایچ خورشید نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ہرارے میں چند ملکوں کے نمائندوں کے سوا کسی کو مسئلہ کشمیر کے بارے میں علم ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے جب پاکستان نے کسی عالمی فورم پر مسئلہ اُٹھایا ہی نہیں تو دنیا کو کس طرح اس کی خبر ہونا تھی۔ شملہ معاہدے کی زنجیر توڑنے کا کارِ خیر بھی بھارت نے انجام دیا۔ 1984 میں بھارت نے سیاچن گلیشئر پر یک طرفہ طور پر قبضہ کر کے کنٹرول لائن کا سٹیٹس بدل دیا۔ بھارت نے نومنز لینڈ پر قبضہ کر کے پاکستان کو شملہ معاہدے کے بوجھ سے آزاد ہونے کا راستہ دکھا دیا۔ یوں شملہ معاہدہ کے نفسیاتی اثرات کمزور پڑنا شروع ہو گئے۔ اس معاہدے کی موجودگی میں کشمیر میں 1988 میں ایک زوردار مزاحمت کا آغاز ہوگیا اور کشمیری نوجوان کنٹرول لائن توڑ کر آر پار آنے جانے لگے۔ یہ کشیدگی آگے چل کر کرگل کی جنگ تک پہنچی جب کنٹرول لائن پر شدید لڑائی چلی اور امریکی صدر کلنٹن کی کوشش سے ختم ہوئی۔ شملہ معاہدہ پاکستان میں ایک ناپسندیدہ دستاویز کے طور ہر مشہور رہا۔ پاکستانی سیاست میں یہ معاہدہ آخری بار شدومد کے ساتھ اس وقت زیر بحث آیا جب 1988 کے عام انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو اسلامی جمہوری اتحاد نے پیپلز پارٹی کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے لئے اس عبارت پر مشتمل بڑے بڑے اشتہار اخبارات میں شائع کرائے ”تم نے ڈھاکہ دیا ہم نے کابل لیا، اب لینا ہے کشمیر، ٹوٹے شملہ کی زنجیر“۔ اس نعرے کو حسین حقانی کے ذہن کی اختراع سمجھا جاتا تھا۔ نوے کی دہائی کے بعد جب کشمیری ایک فریق بن کر جانیں دینے لگے تو بھارت کی طرف سے شملہ معاہدہ کی رٹ کم اور دھیمی ہوتی چلی گئی۔ اس دوران پاکستان نے اقوام متحدہ اور او آئی سی سمیت کئی عالمی فورمز پر کشمیر کا مسئلہ اُٹھا کر عملی طور پر شملہ معاہدہ کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ یوں شملہ معاہدے نے دونوں فریقوں کو محدود فوائد دیئے جن میں پاکستان اپنے قیدی چھڑا لایا اور بھارت کو ایک فائدہ یہ ہوا کہ پاکستان نے مسئلہ کشمیر کسی عالمی فورم یا تیسرے مقام پر اُٹھانے سے گریز کی پالیسی اپنالی۔ سیز فائر لائن کے ہوتے ہوئے بھی کشمیریوں کی آمدورفت بند تھی اور کنٹرول لائن بننے کے بعد بھی یہ لکیر ان کے لئے نوگو ایریا ہی رہی۔ کنٹرول لائن توڑنے کی کوششوں کو کبھی بھارت نے طاقت سے روکا اور کبھی بھارت نے پاکستان کو دھمکی دے کر مظاہرین کو طاقت کے ذریعے رکوایا۔ اب معاملہ ایک اصطلاح کی تبدیلی کا نہیں معاملہ قوت ارادی کا ہے۔ اگر پاکستان سٹیٹس کو توڑنے کی پوزیشن میں ہوگا تو کوئی اصطلاح اس کام میں آڑے نہیں آسکتی کیونکہ نام میں کیا رکھا ہے؟ اصل سوال یہ ہے کہ کنٹرول لائن کے دوبارہ سیز فائر لائن بننے کے بعد زمین پر کوئی تبدیلی آسکے گی؟

شملہ معاہدہ پاکستان میں ایک ناپسندیدہ دستاویز کے طور ہر مشہور رہا۔ پاکستانی سیاست میں یہ معاہدہ آخری بار شدومد کے ساتھ اس وقت زیر بحث آیا جب 1988 کے عام انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان گھمسان کا رن پڑا تو اسلامی جمہوری اتحاد نے پیپلز پارٹی کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے لئے اس عبارت پر مشتمل بڑے بڑے اشتہار اخبارات میں شائع کرائے ”تم نے ڈھاکہ دیا ہم نے کابل لیا، اب لینا ہے کشمیر، ٹوٹے شملہ کی زنجیر“۔ اس نعرے کو حسین حقانی کے ذہن کی اختراع سمجھا جاتا تھا

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں۔ کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمدللہ پورا حق ادا کر رہے ہیں۔ کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

ایران اسرائیل جنگ اور امریکہ

شہزاد منیر احمد

ایران اسرائیل کے درمیان 14 جون 25 سے شروع ہوئی جنگ نے دنیا بھر کو ہراساں کر کے رکھ دیا ہے۔ بادی النظر میں کوئی فوری وجہ اس جنگ کی نظر نہیں آتی سوائے تہذیبی ٹکراؤ اور پرانی چپقلش کے جو صدیوں سے تہذیب یورپ اور عالم مشرق میں چلی آرہی ہے۔ ظاہر ہے بین الاقوامی ممالک کے سفارتی اور تجارتی تعلقات ہوں یا بین الاقوامی سطح کا سیاسی اتحاد، یہ سب عارضی ہوتے ہیں۔ لیکن نفرتیں تو مٹائے بھی نہیں مٹتیں۔ مثلاً 1947 میں ہندوستان میں تہذیبی، دینی و مذہبی تضاد کی وجہ سے پھیلنے والے مسائل کی بنیاد پر طویل سیاسی اور قانونی جدوجہد کے نتیجے میں بین الاقوامی قوانین کے تابع ایک باقاعدہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوئی اور دو نئی ریاستیں، (بھارت اور پاکستان) وجود میں آئیں۔ بین الاقوامی اس معاہدے کے مطابق خودمختار ریاست کشمیر کو اپنی مرضی سے اپنے الحاق کا فیصلہ کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ لیکن ان کو حق خودارادیت سے آج تک محروم رکھا ہوا ہے کہ کشمیری مسلمان قوم ہیں اور حق خودارادیت دینے والے نفرتوں میں ڈھالے ہوئے کہیں یہود ونصاریٰ تو کہیں چانکیہ سیاست کے پیروکار۔ ہنوز کشمیر کا مقدمہ اقوام متحدہ میں زیر سماعت ہے مگر 1948 سے Procrastination, ارادی التواء کا شکار ہوتا چلا آرہا ہے۔ وجہ وہی تہذیبی، حسد، نفرت اور آمرانہ انداز_ عدل و انصاف۔ ایران اسرائیل کی حالیہ جنگ کو اصولاً بند بلکہ ختم ہو جانا چاہیے۔ لیکن حالات و واقعات، متصادم ممالک اور بین الاقوامی طاقتوں کے اکابرین اور سیاسی مدبرین کے بیانات سے لگتا ہے کہ شاید معاملات سدھرنے کی بجائے مزید بگڑ جائیں۔ بالخصوص امریکی رویہ جو بظاہر نہ غیر جانبدارانہ ہے اور نہ مصالحانہ اور ثالثانہ۔ اگرچہ امریکہ اپنے ارادوں کو چھپا کر سفارتکاری اور مکاری سے کام لے رہا ہے مگر کئی فورمز پر اس کے دیئے گئے بیانات اور بین الاقوامی میڈیا کے سامنے اختیار کیا گیا موقف و قرائن بتاتے ہیں کہ سب ویسا نہیں جیسا بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً گزشتہ ماہ، پاک بھارت 4 روزہ جنگ کے بند کرانے کا کریڈٹ امریکی صدر ٹرمپ لیتے ہیں کہ انہوں نے دو ایٹمی ممالک کو جنگی دہانے سے واپس کروا کر دنیا کو تباہی سے بچایا ہے۔ چونکہ دونوں ممالک ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ اس لیے انہوں نے دنیا کو ایٹمی جنگ کی تباہیوں اور بربادیوں سے بچانے کی خاطر فوری مداخلت کر کے جنگ بند کرادی۔ چلو مان لیا وہ سچ کہتے ہیں۔ اب ایران

اسرائیل کے درمیان ہونے والی جنگ کو ختم کرانے کے لئے وہ کیوں آگے اسی جذبہ مفاہمت و ثالثی سے نہیں آرہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق، دو بڑی طاقتوں کے سربراہان، امریکی صدر ٹرمپ نے کہاں کہ ایران ہتھیار ڈال دے، اور چینی شیٔ چن پنگ نے کہا ہے کہ دونوں ممالک آپس میں موجودہ کشیدگی کم کریں۔ چین اور امریکہ کا منصفانہ اور ثالثانہ رویہ ممکن ہے حقیقت بیانی کی بجائے محض سفارتی بیان ہو۔ کیونکہ ادھر دونوں متصادم دھڑوں نے اپنے اپنے موقف پر قائم رہنے کا اعلان بھی کیا ہے۔

وقائع نگار لکھتے ہیں کہ امریکہ نے ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے اطلاعات ملنے پر ایران کو دو ماہ کے اندر اندر اپنے پروگرام کو بے خطر بنا لینے کے لئے امریکہ کو یقین دہانی کرانے کی مہلت دی تھی۔

مزید بتایا جاتا ہے کہ 11 جون ہی کو واشنگٹن میں ایک اجلاس میں باخبر امریکی محکمہ انٹیلیجنس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ جس طرح جرمنی کے وائس چانسلر بنے ہٹلر نے دنیا بھر سے یہودیوں کو چن چن کے ختم کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا، ویسے ہی اب ایران بھی یہودی ریاست اسرائیل کو دنیا کے نقشے سے مٹا دینے کے لئے ایٹم بم بنا لینے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ گویا امریکہ اور اسرائیل کی نیندیں حرام اور گالف کھیلنا ملتوی کرا دیا ہے۔ تفصیلات کچھ اس طرح طشت ازبام کی گئی ہیں کہ 11 جون کو ہی ائی اے ای اے IAEA کے ہیڈکوارٹرز سے امریکی معاونت سے رپورٹ جاری کروائی گئی کہ ایران ایٹم بم بنانے کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔ (Has crossed the limit)۔ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار اند۔ بدنیتی سو بہانے اور جواز تراش لیتی ہے، جیسا عراقی صدر صدام حسین کے معاملے میں بے شمار جھوٹ تراشے گئے، اور۔ بعد میں شرمندگی اٹھائی اور معذرت کرنا پڑی کہ ''انٹیلیجنس رپورٹس غلط تھیں''، معذرت سے عراقی تباہی بربادی کا ازالہ تو نہ ہوا۔ Might is right

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے، صدر بائیڈن کے دور میں اپنے انتخابی جلسوں میں یہ نعرہ لگایا تھا کہ وہ دنیا میں جاری جنگوں میں امریکی مداخلت سے ضائع ہونے والے وسائل اور دولت کو جائز اور سودمند نہیں سمجھتا۔ اس لئے وہ انتخاب جیت کر ان جنگوں میں امریکی وسائل اور قوت امریکی عوام کی فلاح و بہبود کے

برطانوی سیکرٹری آف اسٹیٹ جارج کرزن کا جہ تاریخی بیان پڑھ لیں ”ہمیں ہر اُس عنصر کا خاتمہ کرنا ہوگا جو مسلمانوں کے درمیان کسی بھی قسم کی اسلامی یگانگت پیدا کرے۔ چونکہ ہم خلافت کو ختم کرنے میں پہلے ہی کامیاب ہو چکے ہیں، اس لیے اب ہمیں یہ یقینی بنانا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان دوبارہ کبھی کوئی اتحاد نہ جنم لے، چاہے وہ فکری ہو یا ثقافتی۔“

لئے استعمال کرے گا۔ امریکہ میں اشرافیہ مخالف حلقوں کا کہنا ہے کہ، امریکہ میں تقریبا 6000 امریکی کھرب پتی حکمرانی کرتے ہیں۔ اب ٹرمپ کو وہ وعدہ یاد دلاتے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ ادھر وہ اسرائیل کے ہاتھوں مجبوراً ایران اسرائیل جنگ کو ختم کروانے کی پوزیشن میں بوجوہ نہیں ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کے وعدہ فراموش رویے اور سیاسی دوغلی پالیسیوں کے سب سے بڑے ناقد، امریکین جرنلسٹس، بین سٹیو Bannon Steve اور Tucker Karlson ہیں۔ وہ ڈونلڈ ٹرمپ کو یاد دلاتے ہیں کہ اسے امریکی عوام نے امریکہ کا دوبارہ صدر منتخب ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ امریکہ کو دوبارہ عظیم

ملک بنائیں گے۔ اور خواہ مخواہ کے جنگی جھمیلوں میں نہیں الجھیں گے۔ سیاست میں شاید، صاحب اقتدار کو اپنی بات پر قائم رہنے کے لیئے جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے اور کبھی کبھی سب کو بھی خندہ پیشانی سے قبول کرنا پرتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کو ایسی ہی سچویشن Situation کا سامنا ہے۔ ٹرمپ کو میری دانست میں اسرائیل ڈے ہمدردی تو نہیں لیکن اقتدار میں رہنے کے لئے اور بڑا عالمی لیڈر کہلوانے کے شوق نے اسے اب نئے طرح کی ڈرامے بازی شروع کرنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مگر یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ یورپی یہود و نصاری نے بھی علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھ رکھا ہے ”تہران ہو گر عالم مشرق کا جینوا۔۔شاید کرہ ارض کی تقدیر بدل جائے“۔

یورپ والے خوب سمجھتے ہیں کہ تہران کے جینوا بننے کے لئے عالم مشرق کا متحد ہو کر مغرب کا مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ اسی لئے انہوں نے مسلمانوں کو پہلے عربی اور عجمیوں میں بانٹا۔ پھر عربوں کو حجازی اور حبشیوں میں تقسیم کا شوشہ چھوڑ کر انہیں کمزور کیا۔ اب یورپی (بالخصوص امریکہ اور اسرائیل) ہرگز نہیں چاہیں گے کہ عالم مشرق (مسلم امہ) پھر سے کسی طرح کسی وجہ سے، کسی لیڈر کی کوششوں سے متحد ہو جائے۔

برطانوی سیکرٹری آف اسٹیٹ جارج کرزن کا جہ تاریخی بیان پڑھ لیں ”ہمیں ہر اُس عنصر کا خاتمہ کرنا ہوگا جو مسلمانوں کے درمیان کسی بھی قسم کی اسلامی یگانگت پیدا کرے۔ چونکہ ہم خلافت کو ختم کرنے میں پہلے ہی کامیاب ہو چکے ہیں، اس لیے اب ہمیں یہ یقینی بنانا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان دوبارہ کبھی کوئی اتحاد نہ جنم لے، چاہے وہ فکری ہو یا ثقافتی۔“

مشہور صحافی بینن سٹیو بنیاد پرست عیسائی ہے۔ اس کے حقیقت پسندانہ صحافیانہ اسلوب کو امریکی شہری پسند کرتے ہیں۔ پچھلے امریکی صدر کے انتخابات 2016 میں بینن نے ڈونلڈ ٹرمپ کی جیت میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ اسی لیئے جب ٹرمپ نے اپنے عہدہ صدارت کا حلف اٹھایا تو بینن سٹیو کو اپنا مشیر مقرر کر لیا تھا۔ لیکن دونوں کے متضاد نظریہ سیاست و حکومت کی وجہ سے اصول پرست بینن، ٹرمپ حکومت سے علیحدہ ہو گیا تھا۔

سیاست، بالخصوص جمہوری سیاست میں تو سفر ہی مفادات کے پہیوں پر طے ہوتا ہے۔ دوسروں کی ایماء پہ بولنا چلنا ہوتا ہے۔ یعنی Compromise مک مکا۔ اسی لیے سیاسی دوستیوں میں دوام نہیں ہوتا۔ کبھی اس پارٹی کا گھوڑا تو کبھی دوسری سیاسی جماعت کا خچر۔ ایران میں غیر ملکی باشندوں، یونیورسٹیوں میں طلباء اور کاروباری شخصیات سے بات کرتے ہوئے میڈیا بتا رہا ہے کہ وہ اسرائیل کے حملے سے ایرانی چنداں حیران یا پریشان دکھائی نہیں دیتے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے انہیں معلوم تھا کہ اسرائیل ان پر کسی وقت بھی حملہ کر سکتا ہے۔ بازاروں اور سڑکوں پر رش کم پڑ گیا ہے۔ لیکن وہ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ حکومتی اعلان کے مطابق احتیاط اختیار کرنا ہے۔

کچھ ریاست کشمیر کے بارے

ریاست کشمیر کا حق خود ارادیت کا مقدمہ اقوام متحدہ میں 1948 سے زیر سماعت ہے۔

شروع شروع میں اقوام متحدہ نے دلچسپی لے کر اسے آگے بڑھایا اور پھر نرم پڑ گئے۔ کشمیری سیاسی قیادت کو بدلے ہوئے حالات اور بڑی تیزی سے بدلتے ہوئے بین الاقوامی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنی جنگ آزادی، (حق خود ارادیت) کے حصول کے لائحہ عمل میں بڑی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔ اگر یورپی سر جوڑ کر بیٹھے ہیں تو آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر دونوں حصوں کی قیادت کو بھی سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہیے۔ بھارت اور امریکہ کشمیریوں کو کبھی متحد نہیں ہونے دیں گے اور اتفاق و اتحاد کشمیریوں میں نہیں ہوگا، تو جنگ آزادی کا سفر طے نہیں بلکہ طویل تر ہو جائے گا۔

جناب شہزاد منیر احمد (گروپ کیپٹن ریٹائرڈ) راولپنڈی / اسلام آباد کے معروف ادیب، شاعر مصنف اور کالم نگار ہیں، کشمیر الیوم کے لیے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

عالمی تنازعات، عالمی دہشت گردی اور اقوام متحدہ کا کردار

محمد احسان مہر

ایران اسرائیل جنگ مستقبل میں کیا رخ اختیار کرتی ہے اور شیطانی طاقتیں گریٹر اسرائیل کے نقشے میں کس طرح کا رنگ بھرتی ہیں۔ اس بحث سے قطع نظر ہمیں یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ اسرائیل کی شکل میں جو خطرہ ہزاروں میل دور سے ایران تک آ پہنچا ہے زمین پر کھینچی گئی فقط ایک لکیر ہم سے دوری پر ہے- اسرائیل کا ایران پر حملہ کھلی جارحیت اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ اسرائیل کا یہ موقف کہ ایران کی جوہری صلاحیت اس کے وجود لیے خطرہ ہے۔ سراسر جھوٹا اور گمراہ کن پراپیگنڈا ہے- اسرائیل کا شیطانی وجود مشرق وسطیٰ کے امن اور پوری انسانیت کے لیے خطرہ ہے۔ ایران نے تو بارہا اس عزم کو دہرایا ہے کہ پرامن مقاصد کے لیے جوہری توانائی کے حصول کے لیے 60% یورینیم افزودگی جاری رکھیں گے اور یہ ہمارا حق ہے۔ لیکن اسرائیل جو نہ این۔ پی۔ ٹی کا رکن ہے نہ کسی جوہری معاہدے کا پابند، عالمی ایٹمی توانائی ایجنسی کے اختیارات کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ عالمی ایٹمی توانائی ایجنسی کے اہلکار 15 سے زائد بار ایرانی جوہری تنصیبات کا معائنہ کر چکے ہیں- اور انہوں نے کبھی اس خدشے کا اظہار نہیں کیا کہ ایران ایٹمی صلاحیت کے حصول کے قریب پہنچ چکا ہے۔ امریکہ جس نے جاپان کے شہر "ہیروشیما" اور "ناگاساکی" پر ایٹم بم گرا کر تاریخ میں پہلی بار انسانیت کی تذلیل کی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسرائیل کے پیچھے کھڑا ہے۔ ایران 42 سال سے امریکی پابندیوں کی زد میں ہے۔ ایسے میں ایران پر حملہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اسلامی دشمن قوتیں اسلامی ممالک کو دفاعی اور معاشی طور پر کمزور دیکھنا چاہتی ہیں- ایران کے جوہری تنازع کو حل کرنے کے لیے (عمان) میں ایران امریکہ مذاکرات کے 5 دور ہو چکے تھے۔ لیکن اسرائیل نے مذاکرات کے چھٹے دور سے پہلے ہی ایران پر حملہ کر کے گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ اسرائیلی حملے کے دوران امریکی صدر ٹرمپ دھمکیوں کے ذریعے ایران کو ایٹمی معاہدے کی طرف آنے کا کہتے رہے اور کہا کہ ایران نے ایٹمی معاہدہ نہ کیا تو تباہ کن حملے ہو

> اسرائیل کی شکل میں جو خطرہ ہزاروں میل دور سے ایران تک آ پہنچا ہے زمین پر کھینچی گئی فقط ایک لکیر ہم سے دوری پر ہے- اسرائیل کا ایران پر حملہ کھلی جارحیت اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ اسرائیل کا یہ موقف کہ ایران کی جوہری صلاحیت اس کے وجود لیے خطرہ ہے۔ سراسر جھوٹا اور گمراہ کن پراپیگنڈا ہے- اسرائیل کا شیطانی وجود مشرق وسطیٰ کے امن اور پوری انسانیت کے لیے خطرہ ہے۔

گے۔ ایک اعلیٰ اسرائیلی عہدیدار نے کہا اگر ایران کا نیوکلیئر ری ایکٹر تباہ نہ کیا تو آپریشن بے سود ہوگا- پانچ دن کی جنگ کے بعد ایک اور اسرائیلی عہدیدار کہ رہا تھا کہ فوجی حملے سے ایران کو ہرایا نہیں جا سکتا غزہ کے بعد ایران کے خلاف اسرائیلی جارحیت کھلی عالمی دہشت گردی روز بین اقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل ایسے غیر ذمہ دارانہ طرز عمل پر اسرائیلی وزیراعظم نتین یاہو کو جواب دہ ٹھہرائے اور عالمی برادری انسانیت کے ساتھ کھلواڑ میں ملوث عالمی طاقتوں کے چنگل سے اقوام متحدہ جیسے ادارے کو آزاد کرائے۔ امریکہ نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں غزہ میں مستقل جنگ بندی کی قرارداد کو ویٹو کر کے اپنے مکروہ عزائم کی بے نقاب کیا ہے۔ مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے سعودیہ عرب اور فرانس نے اقوام متحدہ میں 17 سے 19 جون تک کانفرنس کا انعقاد کیا تھا- جیسے امریکہ نے خفیہ سفارت کاری کے ذریعے دنیا بھر کے ممالک پر دباؤ ڈال کر ناکام بنانے کی کوشش کی-- جس میں ناکامی پر اسرائیلی وزیراعظم کے ساتھ مل کر پہلے سے پلانٹڈ سازش کے تحت ایران پر حملہ کر دیا- فلسطینی سرزمین پر قبضہ اور غزہ پر حملے کے بعد ایران پر حملہ گریٹر اسرائیل کے منصوبہ کا حصہ ہے۔ امریکہ عالمی تنازعات حل کرنے کے بجائے انسانیت کے دشمنوں اور عالمی دہشت گردوں کے پیچھے کھڑا ہو کر اپنے زوال کو دعوت دے رہا ہے۔

نام نہاد جمہوریت کا دعویدار بھارت اور علاقائی امن کے نام پر جارحانہ اقدامات اٹھانے والا اسرائیلی دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ دنیا کا امن مسئلہ کشمیر کے حل اور فلسطینی ریاست کے قیام سے مشروط ہے۔ عالمی طاقتیں عالمی دہشت گردوں سے دنیا کی قیادت چھین کر عالمی تنازعات کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کریں- روس، یوکرین تنازع، پاک بھارت کشیدگی، غزہ میں 55 ہزار سے زائد شہادتیں اور ایران اسرائیل جنگ اقوام متحدہ کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ جرمنی کی سابق وزیر خارجہ اینا لینا بیر بوک نے اقوام متحدہ کی صدر منتخب ہونے کے موقع پر کہا کہ تنازعات کے حل نہ ہونے کی وجہ سے اقوام پر اخلاقی اور مالی بوجھ بڑھ رہا ہے اور تنازعات کا حل نہ ہونا اقوام متحدہ کا مشن نامکمل ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اب جرأت مندانہ فیصلے کرنا ہوں گے۔ اقوام متحدہ کے سیکٹری جنرل انتونیو گوتریس نے بھی سلامتی کونسل میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری سے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ عالمی تنازعات، عالمی دہشت گردی اور اقوام متحدہ کا مایوس کن کردار یہ وہ تلخ حقائق ہیں جن کی وجہ سے آئندہ چند سالوں میں دنیا کی قیادت کا معاملہ نئے بحران کی شکل میں سامنے آسکتا ہے۔

جناب احسان مہر معروف صحافی اور کالم نگار ہیں، کشمیر الیوم کے لیے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

برصغیر سے مشرق وسطیٰ تک

محمد شہباز بڈگامی

برصغیر اور مشرق وسطی میں دو منہ زور گھوڑے ہنہناتے کمزوروں کو اپنے ٹاپوں تلے روندونے کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا تھے۔لیکن جیسے کہ ہر کمال کو زوال ہے، یہ دونوں بھارت اور اسرائیل ایسے پٹ گئے کہ نہ صرف ان کا دبدبہ زمین بوس ہوگیا بلکہ یہ تصور بھی چشم زدن میں نیست و نابود ہوگیا کہ یہ دونوں سرکش اور غاصب قوتیں ناقابل تسخیر تھیں۔ 06 سے 10 مئی تک پاکستان نے بھارت کی ایسی درگت بنائی کہ دنیا کے بڑے بڑے فوجی ماہرین اور تجزیہ نگار انگشت بدندان ہیں۔رواں برس 06 سے دس مئی تک چار روزہ پاک بھارت فضائی جھڑپ کے ہفتوں بعد بھی بین الاقوامی عسکری ماہرین،تھنک ٹینکس اور میڈیا آوٹ لیٹس پاک فضائیہ کی پیشہ وارانہ مہارت اور تزویراتی نظم و ضبط کی تعریف کرتے ہوئے بھارتی کامیابی کے جھوٹے دعوؤں کو مسترد کر رہے ہیں۔ 2025 کا تنازعہ، جو بھارت کی طرف سے شروع کیا گیا تھا، سینہ ٹھونک کر اپنے امپورٹیڈ اعلیٰ درجے کے ہتھیاروں اور اس کی عالمی سطح پر تشہیر شدہ فوجی اعتبار پر اعتماد کیساتھ داخل ہوا، عسکری اور سفارتی دونوں لحاظ سے بھارت کیلئے ایک شرمناک دھچکے پر ختم ہوا۔عالمی دفاعی تجزیہ کار اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بھارت کو مختصر تصادم میں چھ لڑاکا طیاروں کا نقصان برداشت کرنا پڑا، جن میں تین جدید فرانسیسی رافیل طیارے بھی شامل ہیں۔جو پاک فضائیہ نے نمایاں طور پر چھوٹے، مگر اس سے کہیں زیادہ مربوط اور چست انداز میں نشانہ لیکر مار گرائے۔جبکہ جدید اسرائیلی ڈورنز بھی مار گرائے گئے ہیں، جس سے بھارت کی ذلت میں مزید اضافہ ہوا۔اس شکست نے بھارتی معیشت کو شدید جھٹکا پہنچایا، بھارتی اسٹاک مارکیٹ سے تقریبا 86 بلین امریکی ڈالر کا صفایا ہوگیا۔ماہرین نے یہ بھی نوٹ کیا کہ بھارتی فضائیہ کی نااہلی اور قلیل مدتی تنازعہ کو برقرار رکھنے میں ناکامی نے اس کی آپریشنل تیاری میں سنگین خامیوں کو بے نقاب کیا۔اس تنازعے نے پاکستان کی تکنیکی برتری اور اسٹریٹجک حکمت عملی کو نمایاں کیا۔تجزیہ کاروں کے خیال کے مطابق میدان جنگ میں سب سے زیادہ تباہ کن نقصان آدم پور میں تعینات S-400 میزائل ڈیفنس سسٹم کی تباہی ہے۔ پاکستان کے مقامی طور پر تیار کردہ JF-17 تھنڈر طیارے، جو کہ جدید ترین الیکٹرانک وارفیئر (EW) صلاحیتوں سے لیس ہیں، نے بھارت کے مبینہ طور پر ناقابل تسخیر S-400 میزائل ڈیفنس سسٹم پر فضاء سے زمین پر درست نشانہ لگا کر تباہ کیا۔پاکستان نے بھارت کی بڑی فوجی قوت کے افسانے کو ہمیشہ

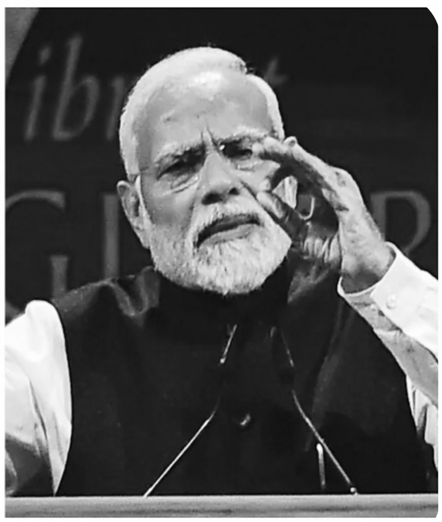

کیلئے زمین بوس کرکے اپنی برتری قائم کرنے کا سکہ جمایا۔CNN، بی بی سی، الجزیرہ، نیویارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، فرانسیسی میڈیا بشمول لی مونڈے، لی فگارو، چینی، ترکیہ اور دنیا بھر کے فوجی جرائد نے اعتراف کیا کہ پاکستان کا طرز عمل پیشہ ورانہ نظم و ضبط اور حکمت عملی بھارت پر غالب رہی۔

اسی طرح صیہونی اسرائیل نے مشرق وسطی میں لبنان، شام یمن اور فلسطین میں جب چاہا، انہیں اپنی بربریت کا نشانہ بنایا۔اردن اور مصر تو اسرائیل کی آماجگاہیں ہیں ہی، البتہ یہ صیہونی ریاست ایران کیساتھ بھی عرب ریاستوں جیسا سلوک کرنا چاہتی تھی۔چونکہ صیہونیت کو امریکہ اور مغرب کی بھرپور اور مکمل تائید و حمایت حاصل ہے، وہ غزہ میں نسل کشی کے تمام حدود پار کرچکی ہے، مگر مجال ہے کہ انسانی حقوق کے دم بھرنے والے یہ ظالم ایک لفظ بھی بولیں، 12 اور 13 جون کی رات اسرائیل سینکڑوں جنگی جہازوں سے ایران پر حملہ آور ہوا۔ایران کی فوجی قیادت کے علاوہ درجنوں سائنسدانوں سمیت سینکڑوں لوگوں کو شہید کیا گیا۔ایران نے دفعتاً خود کو سنبھالا اور اسرائیل کے تمام بڑے شہروں کو اپنے میزائلوں کے نشانے پر لیا۔اسرائیل جو اربوں ڈالر اپنے دفاع پر خرچ کرتا ہے، ایرانی میزائلوں نے اس کے دفاعی نظام کو تہس نہس کرکے رکھ دیا۔اسرائیلی آئیرن ڈوم پہلی مرتبہ ناکام ہوا اور ایرانی میزائل اسرائیل کے قلب میں تباہی مچاتے رہے۔جس نے نہ صرف دہشت گرد نیتن یاہو بلکہ اس کے سرپرست امریکہ کو بے چین کر ڈالا اور پھر ٹرمپ جو اس وعدے پر دوبارہ امریکی انتخابات میں کامیاب ہوا تھا کہ امریکہ کو مشرق وسطی کی جنگوں سے نہ صرف نکالا جائے گا بلکہ امریکہ آج تک اسرائیل کی حفاظت کیلئے 86 ارب ڈالر خرچ کرچکا ہے، مزید خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔لیکن ان تمام تر وعدوں کے باوجود 21 اور 22 جون کی درمیانی رات امریکی بہادر نے اپنے بی-2 اسٹیلتھ بمبار طیاروں سے ایران کی تین جوہری تنصیبات پر حملہ کرکے عالمی قوانین کی مٹی پلید کی ہے۔ایک خودمختار اور آزاد ملک کی سالمیت پر حملہ کرکے امریکہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ایک بدمست ریاست ہے، جبکہ اقوام متحدہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور سلامتی کونسل بھی ایک عضو معطل ہے جبکہ اسلامی کانفرنس تنظیم OIC ایک تماشبین

ہے۔اب یہی ٹرمپ ایران اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی کا اعلان کر کے دنیا کو مبارکباد دے رہے ہیں۔کس قدر بے شرمی اور بے حیائی ہے،جس کا اظہار امریکہ اور مغرب کے یہ غنڈے بار بار کر رہے ہیں۔لاکھوں انسانوں کا خون عربوں کی سرزمین پر بہایا جاچکا ہے اور اس سب کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے۔غزہ کو تار تار کیا جاچکا ہے مگر یہی ٹرمپ خاموش تماشائی ہے۔ایران نے چونکہ آبنائے ہرمز کو بند کرنے کیلئے اپنی پارلیمنٹ سے منظوری لی تھی تو ٹرمپ کی رگ فوراََ پھڑک اٹھی اور چین سے درخواست کر ڈالی کہ ایران کو آبنائے ہرمز بند کرنے سے روکا جائے،کیونکہ ٹرمپ جانتا ہے کہ آبنائے ہرمز بند ہونے سے اس کی شہ رگ ہی کٹ جائے گی،لہٰذا اس کے پاس ایران اسرائیل جنگ روکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا،دوسرا اپنی ناجائز اولاد اسرائیل کے شہروں کی ایرانی میزائل حملوں سے تباہی نے اسے بے چین کر دیا۔

حالیہ پاک بھارت کشیدگی اور ایران اسرائیل و امریکی جنگ نے مستقبل کا نقشہ راہ واضح کر دیا ہے کہ امریکہ جہاں صہیونی

حالیہ پاک بھارت کشیدگی اور ایران اسرائیل و امریکی جنگ نے مستقبل کا نقشہ راہ واضح کر دیا ہے کہ امریکہ جہاں صہیونی اسرائیل کا ہر حال میں تحفظ کرے گا،وہیں پاک بھارت جنگ کی صورت میں اسرائیل بھارت کا حلیف ہوگا،گوکہ وہ شروع دن سے بھارت کیساتھ کھڑا ہے البتہ اس بار بھارت اپنا سارا وزن اسرائیل کے پلڑے میں ڈال چکا ہے اور خبریں یہ بھی ہیں کہ امریکی بی- 2 اسٹیلتھ بمبار طیاروں نے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملے کے دوران بھارتی فضائی حدود استعمال کیں۔

اسرائیل کا ہر حال میں تحفظ کرے گا،وہیں پاک بھارت جنگ کی صورت میں اسرائیل بھارت کا حلیف ہوگا،گوکہ وہ شروع دن سے بھارت کیساتھ کھڑا ہے البتہ اس بار بھارت اپنا سارا وزن اسرائیل کے پلڑے میں ڈال چکا ہے اور خبریں یہ بھی ہیں کہ امریکی بی- 2 اسٹیلتھ بمبار طیاروں نے ایران کی جوہری تنصیبات پر حملے کے دوران بھارتی فضائی حدود استعمال کیں۔

حالانکہ بھارت خود کو ایران کا قریبی دوست جتلاتا تھا۔بھارت نے سب سے پہلے شنگھائی تعاون تنظیم جس کا ایران بھی ممبر ہے ،کی جانب سے ایران پر اسرائیلی جارحیت کی مذمت سے خود کو الگ رکھا اور کسی بھی مرحلے پر ایران کا ساتھ نبھانے سے صاف انکار کیا،جس پر خود بھارت میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ بھارت جو ایران کے دوستوں میں شمار ہوتا تھا،اب کیونکر ایران کے دشمنوں کی صفوں میں شامل ہوگیا۔بھارت کا طرز عمل جہاں ایران کیلئے کسی سرپرائز سے کم نہیں،وہیں بھارتی حکمران پھر ایک بار اس خطے کو اپنے مذموم عزائم کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ بدنام زمانہ بھارتی ایجنسی NIA نے بٹہ کوٹ پہلگام سے دو مقامی نوجوانوں پرویز احمد جوتھر اور بشیر احمد جوتھر کی گرفتاری عمل میں لاکر ان پر پہلگام واقعے میں ملوث افراد کو اپنے ہاں پناہ دینے اور کھانا فراہم کرنے کا الزام لگایا۔یہ گرفتاریاں اور ان پر پہلگام واقعہ میں ملوث افراد کو اپنے ہاں پناہ دینے کا بے سروپا الزام محض اس جنونیت کی تسکین ہے،جس کا اظہار بھارتی حکمران بار بار اپنے بیانات اور تقاریر میں کر رہے ہیں کہ آپریشن سندور ابھی ختم نہیں ہوا۔حالانکہ آپریشن سندور مودی کیلئے ذلت و رسوائی کا باعث بنا اور خود بھارتی خواتین نے مودی اور بی جے پی پر آپریشن سندور کو انتخابات میں کامیابی اور بھارتی خواتین کی تذلیل کرنے کیلئے استعمال کرنے کا الزام عائد کیا ہے۔البتہ مودی اور اس کے حواری یہ نہ بھولیں کہ 06 سے 10 مئی تک ان کیساتھ جو کچھ ہوا،اس نے بھارت کو پوری دنیا کی نظروں میں ہمیشہ کیلئے گرا دیا ہے۔وہیں سرکش گھوڑوں مودی اور نیتن یاہو کی لگام کسنے کا وقت آچکا ہے۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو برصغیر اور مشرق وسطیٰ میں تیسری عالمی جنگ کے شعلے پوری دنیا کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنے کا باعث بنیں گے۔پھر شاید انسانیت کا دم بھرنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔

جناب محمد شہباز بڈگامی معروف کشمیری صحافی اور کالم نگار ہیں۔کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلامعاوضہ لکھتے ہیں۔

کشمیر کا چی گویرا: برہان مظفر وانی ؒ

میر عبدالرشید فرقانی

جب بھی دنیا کے مظلوموں کی تاریخ رقم کی جائے گی، چی گویرا کا نام ضرور آئے گا، جس نے ظلم کے خلاف مزاحمت کو رومانویت دی اور محکوم انسانوں کے دلوں میں بغاوت کی شمع روشن کی۔ اسی طرح کشمیر کی سرزمین پر بھی ایک ایسا نوجوان پیدا ہوا جس نے بھارتی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کو نئی روح بخشی۔ اس نوجوان کا نام برہان مظفر وانی تھا، جو آج کشمیریوں کے دلوں میں ”کشمیر کا چی گویرا“ بن کر زندہ ہے۔

چی گویرا، ارجنٹینا میں پیدا ہونے والا ڈاکٹر، جب کیوبا کے انقلاب کا حصہ بنا تو اس کی تصویر اور نظریہ عالمی مزاحمت کی علامت بن گئے۔ اُس نے مارکسزم اور طبقاتی انقلاب کا علم اٹھایا، سرمایہ دارانہ استحصال کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور اپنے عزم، قربانی اور جرأت سے تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔ برہان مظفر وانی نے اسلامی شناخت کے ساتھ بھارتی قبضے کے خلاف جدوجہد کی۔ دونوں کا نظریہ الگ ضرور تھا، لیکن ایک قدر مشترک

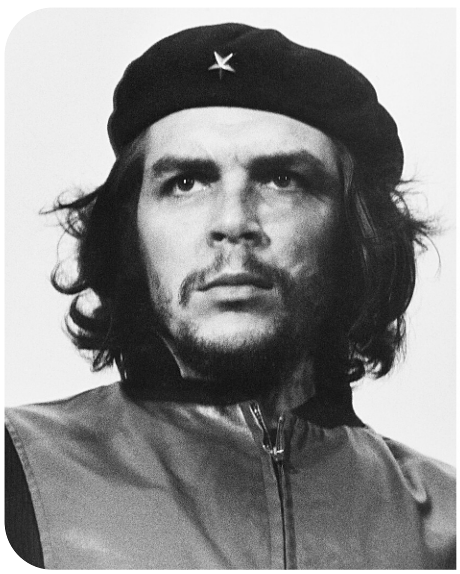

تھی ظلم کے سامنے جھکنے سے انکار۔ برہان 1994 میں جنوبی کشمیر کے علاقے ترال میں پیدا ہوا۔ اُس کے والد مقامی اسکول کے پرنسپل تھے، جو دیانت، شرافت اور علم دوستی میں پورے علاقے میں معروف تھے۔ برہان کا بچپن بھی ہزاروں کشمیری بچوں جیسا ہی تھا۔ اسکول، کرکٹ، دوستوں کی محفلیں، خواب اور امنگیں۔ لیکن 2010 میں اُس کے بڑے بھائی خالد وانی کو بھارتی فوج نے فرضی مقابلے میں شہید کر دیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب برہان کی معصوم آنکھوں نے ظلم کی اصل صورت دیکھ لی۔ صرف 15 سال کی عمر میں اُس نے ہتھیار اٹھایا اور حزب المجاہدین میں شامل ہوگیا۔ اُس کے دل میں ایک ہی آگ تھی: اپنے بھائی کا بدلہ، اپنی قوم کی آزادی اور اپنی مٹی کی حرمت کی حفاظت۔

برہان وانی کی جدوجہد کا فکری سرچشمہ سید علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت تھی۔ گیلانی صاحب کا نعرہ ”ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے" نوجوانوں کی روح میں اتر چکا تھا۔ انہوں نے کشمیری تحریک کو واضح نظریاتی سمت دی کہ یہ جدوجہد صرف زمین کے ٹکڑے کیلئے نہیں بلکہ اسلامی تشخص اور حق خودارادیت کی تحریک ہے۔ برہان ؒ کے ویڈیو پیغامات میں بھی گیلانی ؒ صاحب کی فکر کی جھلک نمایاں تھی۔ وہ اُنہیں ملت کا ضمیر کہہ کر پکارتا اور اُن کے صبر، استقامت اور اصولی سیاست کو اپنی مزاحمتی حکمت عملی کا حصہ بنائے ہوئے تھا۔ جہاں چی گویرا ریڈیو اور کتابوں کے ذریعے انقلابی پیغام دیتا تھا، وہاں برہان وانی نے سوشل میڈیا کو اپنا مورچہ بنایا۔ اُس نے فیس بک پر ہتھیاروں سمیت اپنی تصاویر لگائیں، نوجوانوں کو مخاطب کیا، اور اُن کے دلوں میں خوف کی جگہ جرأت بھر دی۔ اُس کی تصاویر وادی کے ہر موبائل پر گردش کرنے لگیں۔ کشمیری نوجوان اسے صرف ایک کمانڈر نہیں بلکہ اپنا ہیرو، اپنا خواب، اپنا استعارہ ماننے لگے۔ 8 جولائی 2016 کو بھارتی فوج نے برہان کو اننت ناگ کے کوکرناگ علاقے میں ایک انکاؤنٹر میں شہید کر دیا۔ اُس کی شہادت کے بعد کشمیر میں جو ردعمل آیا، وہ پچھلی کئی دہائیوں میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ 10 لاکھ سے زائد افراد اُس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ پورے کشمیر میں مہینوں کرفیو

برہان وانی کی جدوجہد کا فکری سرچشمہ سید علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت تھی۔ گیلانی صاحب کا نعرہ ”ہم پاکستانی ہیں، پاکستان ہمارا ہے" نوجوانوں کی روح میں اتر چکا تھا۔ انہوں نے کشمیری تحریک کو واضح نظریاتی سمت دی کہ یہ جدوجہد صرف زمین کے ٹکڑے کیلئے نہیں بلکہ اسلامی تشخص اور حق خودارادیت کی تحریک ہے۔ برہان ؒ کے ویڈیو پیغامات میں بھی گیلانی ؒ صاحب کی فکر کی جھلک نمایاں تھی۔ وہ اُنہیں ملت کا ضمیر کہہ کر پکارتا اور اُن کے صبر، استقامت اور اصولی سیاست کو اپنی مزاحمتی حکمت عملی کا حصہ بنائے ہوئے تھا۔

لگا رہا، پیلٹ گنوں سے ہزاروں نوجوان بینائی سے محروم ہوئے، لیکن تحریک آزادی کو دبایا نہ جاسکا۔اس شہادت پر نہ صرف کشمیر بلکہ پورے برصغیر کے دانشوروں، صحافیوں اور سیاستدانوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔شہید سید علی گیلانی ؒ نے فرمایا: ”یہ شہادتیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ برہان وانی شہید نے ہمارے نوجوانوں کو پیغام دیا ہے کہ حق کی خاطر جان دینا ہی اصل زندگی ہے“ ۔معروف مصنفہ ارون دھتی رائے نے کہا کہ” برہان وانی کی شہادت نے ثابت کر دیا کہ کشمیر میں بھارت ایک فوجی طاقت کے سہارے بیٹھا ہے ۔اگر آج ریفرنڈم ہو تو دس لاکھ فوج کی موجودگی میں بھی کشمیر بھارت کے ساتھ نہیں رہنا چاہے گا“ ۔معروف انسانی حقوق کارکن گوتم نولکھا نے بھارتی سرکار کی شدت پسندانہ سوچ کی مذمت کرتے ہوئے کہا :” برہان وانی کی موت ایک شخص کی موت نہیں، یہ اُس مزاحمت کی علامت کی موت ہے جسے دبایا نہیں جاسکتا۔بھارت کو کشمیر میں اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے، ورنہ یہ تحریک مزید شدت اختیار کرے گی “ ۔اس وقت کے سابق اور آج موجودہ وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ نے کہا :” برہان وانی کی موت کے بعد وہ زندہ برہان سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔اُس کی شہادت نے نوجوانوں میں ہیرو کا درجہ پالیا ہے“ ۔امیر حزب المجاہدین اور متحدہ جہاد کونسل کے سربراہ سید صلاح الدین احمد نے یقین سے کہا’ برہان وانی ؒ نے ثابت کیا کہ کشمیر کی تحریک زندہ ہے۔اُس کی شہادت ہمارے لیے مشعل راہ ہے“ ۔سینئر صحافی افتخار گیلانی نے لکھا :” برہان وانی نے عسکریت پسندی کو نیا چہرہ دیا۔اُس نے خوف کی بجائے عزت کا تصور جوڑا، اور یہی ریاست کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔“ عالمی ایوارڈ یافتہ مصنف و تجزیہ نگار مرزا ولید نے برہان کو چی گویرا قرار دیتے ہوئے کہا ” برہان وانی ؒ کی شہادت نے ثابت کیا کہ کشمیر کی تحریک زندہ ہے۔وہ چی گویرا کی طرح ایک نظریہ بن گیا ہے جو مارا نہیں جاسکتا“ ۔پاکستانی قیادت اور عوام نے بھی شہید برہان کو زبردست خراج عقیدت ادا کیا۔اس وقت کے وزیر اعظم محمد نواز شریف نے اقوام متحدہ میں کہا’ برہان وانی ایک نوجوان رہنما تھا جو بھارتی مظالم کے خلاف کشمیریوں کی نئی نسل کی بغاوت کا چہرہ بن گیا۔اس کی موت نے کشمیر کی تحریک کو نئی جان بخشی ہے“ ۔سابق وزیر اعظم عمران خان نے کہا: برہان وانی ؒ کی شہادت نے دنیا پر واضح کر دیا کہ " کشمیر میں عوام آزادی چاہتے ہیں۔وہ دہشت گرد نہیں، بلکہ اپنی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہد ہیں“ ۔امیر جماعت الدعوۃ حافظ محمد سعید نے کہا ” برہان وانی ؒ شہید کشمیر کی آزادی کی منزل کو قریب لے آیا ہے۔اس کی شہادت نے ثابت کر دیا کہ بھارت کے پاس ظلم کے سوا کچھ نہیں“ ۔سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان سراج الحق نے کہا کہ” برہان مظفر وانی ؒ نے اپنا خون دے کر کشمیر کی آزادی کی بنیادوں کو اور مضبوط کیا۔پوری پاکستانی قوم اس شہید کو سلام پیش کرتی ہے“ ۔

کشمیر کا چی گویرا کیوں؟

چی گویرا نے ظلم کے خلاف مسلح جدو جہد کو جواز دیا، برہان وانی نے بھی یہی پیغام دیا کہ” غلامی میں جینا موت سے بدتر ہے“ ۔چی گویرا کی تصویر انقلابی رومانس کی علامت بنی، برہان وانی کی مسلح تصاویر کشمیری نوجوانوں کے دلوں کو گرماتی رہیں۔چی گویرا کا فلسفہ عالمی انقلابی ورثہ ہے، برہان وانی کا فلسفہ کشمیری حریت کا امتیاز بن گیا، جس کی فکری بنیاد سید علی گیلانی ؒ کی رہنمائی پر قائم تھی ۔برہان مظفر وانی کی شہادت کو 9 سال ہونے کو آئے ہیں، وہ چی گویرا کی طرح زندہ ہے، بلکہ چی گویرا سے بڑھ کر کہ اُس کی جدو جہد میں ایمان کی حرارت، شہادت کی تمنا اور شہید سید علی گیلانی ؒ کی فکر کی طاقت شامل تھی۔ان کا عملی پیغام یہ ہے اور اس پر عمل کرکے ہی شہید برہان کو عملی معنوں میں بہترین خراج عقیدت ادا کیا جاسکتا ہے۔” غلامی کی زنجیریں توڑو، کیونکہ عزت کی موت، ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔“

چی گویرا نے ظلم کے خلاف مسلح جدو جہد کو جواز دیا، برہان وانی نے بھی یہی پیغام دیا کہ” غلامی میں جینا موت سے بدتر ہے“ ۔چی گویرا کی تصویر انقلابی رومانس کی علامت بنی، برہان وانی کی مسلح تصاویر کشمیری نوجوانوں کے دلوں کو گرماتی رہیں۔چی گویرا کا فلسفہ عالمی انقلابی ورثہ ہے، برہان وانی کا فلسفہ کشمیری حریت کا امتیاز بن گیا، جس کی فکری بنیاد سید علی گیلانی ؒ کی رہنمائی پر قائم تھی

94واں یوم شہدائے کشمیر

غلام اللہ کیانی

کشمیری 93 سال سے موجودہ جدوجہد آزادی کے دوران اپنی جان و مال، عزت وعصمت کی لازوال قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ دیوار برلن زمین بوس ہوئی، افغانستان میں بدترین شکست کے بعد سوویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا۔ افغانستان میں ہی امریکہ کی زیر قیادت طاقتور دنیا نیٹو تاریخی شکست سے دوچار ہوئی۔ ان حالات نے کشمیریوں کو نیا حوصلہ و جذبہ بخشا۔ سرینگر کے مزارشہداء پر ہر سال بھارت نواز اور آزادی پسند حاضری دیتے ہیں۔ بعض بھارت نواز ریاست کا درجہ بحال کرنے کو ہی مسئلہ کشمیر کا حل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی شہداء کے مشن کی آبیاری ہے۔ شہداء یا ان کے مشن کا احترام ہو تو بھارت کے ناجائز اور جبری قبضے کو مضبوط کرنے، اقتدار اور مراعات کے بجائے آزادی کے لئے کردار ادا کیا جاتا۔ یہ اقتدار، مراعات، روشن مستقبل کا حرص وطمع ہے جو شہداء کی عظیم قربانیاں فراموش کرنے والوں کو بھی مگرمچھ کے آنسو بہانے پر مجبور کرتا ہے۔ شہداء کے مقدس مشن کے سامنے انا، تنظیم بازی، پارٹی بازی، علاقہ پرستی یا کسی گروہ بندی کی گنجائش نہیں۔

گزشتہ دہائیوں سے دنیا بھر میں کشمیری 13 جولائی کو یوم شہداء کشمیر کے طور پر مناتے ہیں اور آزادی کے لئے اپنے اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ وہ شہدا کے مشن پر چلتے ہوئے آزادی کے حصول تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ یہ عہد کیا جاتا ہے کہ شہداء کی قربانیوں کے ساتھ کوئی سودا بازی نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی کو شہداء کے قبرستانوں پر اقتدار کے محلات تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ آزادی کے لئے اب تک لاکھوں کشمیری شہید ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کو معذور بنا دیا گیا۔ 1931 سے لاکھوں کشمیری مہاجرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لاتعداد کشمیری پہاڑوں، ریگزاروں اور برف پوش چوٹیوں، بیابانوں میں بے گوروکفن دفن ہو گئے۔ لاتعداد اپنے گھروں سے دور کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ 13 جولائی کو ہر برس کشمیر کی خونی لکیر کے دونوں اطراف تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے، ریلیاں اور جلوس نکالے جاتے ہیں۔ آزادی کے حق میں مظاہرے کئے جاتے ہیں اور شہداء کے مشن کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ لوگ شہداء کا انتقام لینے کا عہد کرتے ہیں۔ آج تک کوئی بھی طاقت انتقام کی آگ کو سرد نہیں کر سکی۔

سانحہ جلیانوالہ باغ کے 12 سال بعد 13 جولائی 1931ء کو

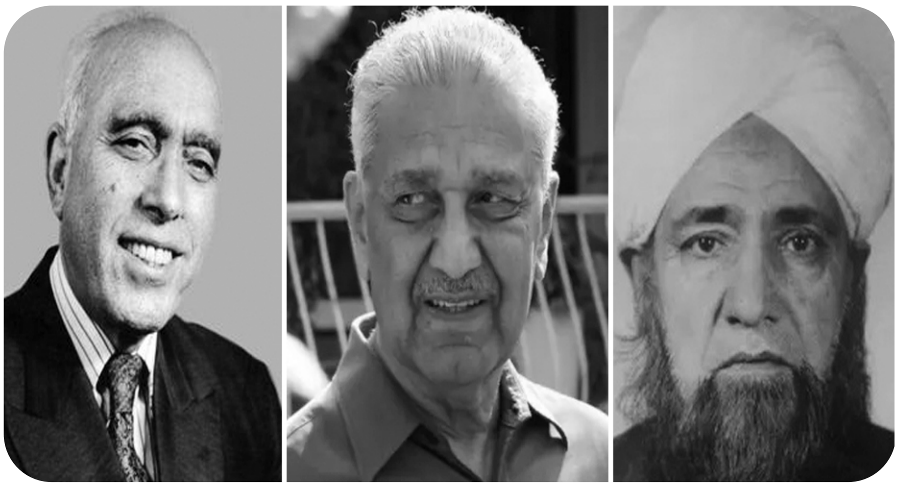

سرینگر میں ڈوگرہ فورسز نے 22 کشمیریوں کو اندھادھند فائرنگ کر کے بے دردی سے شہید کر دیا۔ بھارتی وردی پوش فورسز کی دہشتگردی نے جنرل ڈائر کی بربریت کو بھی مات دے دی۔ کشمیریوں کے قتل عام کا یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب جموں وکشمیر میں ڈوگرہ سامراج کے مظالم میں اضافہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے خلاف مظالم کے پے درپے واقعات رونما ہوئے۔ 23 اپریل 1931ء کو مسلمان عیدالاضحیٰ منا رہے تھے۔ جموں کے میونسپل باغ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد نماز عید ادا کرنے کے لئے جمع تھی۔ مفتی محمد اسحاق خطبہ دے رہے تھے۔ وہ اسلامی تاریخ اور فرعون کا حوالہ دے رہے تھے جب ہندو پولیس انسپکٹر کھیم چند نے خطبہ عید فوری طور پر روکنے کا حکم سنایا۔ یہ مداخلت فی الدین کا ایک اور واقعہ تھا۔ مسلمانوں میں شدید غم وغصہ پھیل گیا اور وہ مذکورہ پولیس افسر کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرنے لگے۔ ڈوگرہ حکمرانوں نے مسلمانوں کے احتجاج اور مطالبے پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ پرامن مظاہرین کو گرفتار کر لیا، اس دوران جموں کے سانبہ علاقے میں مسلمانوں کو چشمے کا پانی استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ 4 جون کو ایک مسلمان قیدی فضل داد کو پولیس اہلکار لامبا رام نے قرآن کی تلاوت سے روک دیا اور قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔ جس کے خلاف جموں وکشمیر میں ہڑتال کی گئی۔ جموں کے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے 25 جون کو وادی کشمیر میں شدید مظاہرے ہوئے۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد سرینگر کی خانقاہ معلیٰ کے باہر جمع ہوئی۔ جس میں مورخین کے ایک اندازوں کے مطابق 60 ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ جلسے کی آزاد کشمیر کے سابق صدر مولانا میر واعظ محمد یوسف شاہ نے صدارت کی۔ چوہدری غلام عباس، سردار گوہر رحمان، شیخ عبدالحمید، خواجہ غلام نبی گلکار، خواجہ غلام نبی عشائی، آغا حسین شاہ جلالی، مولانا عبدالرحیم، مفتی جلال الدین اور دیگر نے خطاب کیا۔ اسی دوران ایک نوجوان سٹیج پر آیا اور بولنا شروع کر دیا۔ اس نوجوان کا تعلق کسی نے پنجاب، کسی نے اتر پردیش اور کسی نے پشاور کے ساتھ جوڑا ہے۔ تاہم سب کو اس کے نام پر اتفاق ہے۔ نوجوان نے اپنے خطاب میں جذباتی انداز میں کہا ”مسلمانو! جلسے جلوسوں، تقاریر سے کچھ بھی نہ ہوگا۔ مسلمانوں پر مظالم بند نہیں ہوں گے۔ اب عمل کا وقت آ گیا ہے۔ ہم قرآن پاک کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتے“۔ نوجوان نے ڈوگرہ شاہی محل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”اٹھو اور اس کی اینٹ

سے اینٹ بجادو"۔ اس تقریر نے لوگوں کے جذبات میں ارتعاش پیدا کیا،ان میں جوش وجذبہ بیدار کر دیا۔لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہی محل کی طرف دوڑ پڑے ۔تاہم کسی نے اس کے بعد کا واقعہ بیان نہیں کیا۔سب اس نوجوان کو تلاش کرنے لگے ۔وہ راتوں رات کشمیریوں کا ہیرو بن چکا تھا۔ڈوگرہ حکومت کو اسے گرفتار کرنے کی جلدی تھی ۔یہ نوجوان کون تھا،کشمیر میں عبدالقدیر نامی اس نوجوان کا نام زبان زد عام ہوگیا۔ہر گھر میں اسی کا چرچا تھا۔ڈوگرہ فورسز نے عبدالقدیر کو جھیل ڈل کی ایک ہاؤس بوٹ سے گرفتار کرلیا ۔اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ کسی انگریز سیاح کے ساتھ کشمیر آیا تھا اور اس کے خانساماں کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا ۔اس نوجوان کی گرفتاری کے چرچے دور دور تک پھیل گئے اور جب عدالت نے اس کے خلاف کارروائی شروع کی تو لوگوں کا ہجوم امڈ آیا۔عبدالقدیر کا مقدمہ ڈسٹرکٹ جج کرشن لعل کچلو کی عدالت میں سنا جارہا تھا۔لوگ عبدالقدیر کی ایک جھلک دیکھنے کو بے قرار تھے ۔جج نے گھبرا کر مقدمہ کی شنوائی عدالت کے بجائے سنٹرل جیل سرینگر میں شروع کر دی ۔ 12 جولائی کو عمائدین شہر کے اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ عبدالقدیر کے مقدمے کو کھلی عدالت میں سنا جائے ۔ 13 جولائی کو مقدمہ کی شنوائی سنٹرل جیل میں شروع کر دی گئی ۔لوگوں کی بڑی تعداد جیل کے باہر جمع ہوگئی ۔بھیڑ بڑھنے لگی ۔لوگ نعرہ تکبیر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد ،عبدالقدیر زندہ باہ کے نعرہ لگانے لگے ۔اس دوران نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔مسلمانوں نے جیل کے باہر نماز ادا کرنے کا فیصلہ کیا،اذان دینے کے لئے ایک نوجوان کھڑا ہوا،تو ڈوگرہ فورسز نے اُسے گولی مار کر شہید کر دیا۔اذان مکمل کرنے کے لئے دوسرا نوجوان آگے بڑھا،اسے بھی گولی مار دی گئی۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا،اس طرح اذان مکمل کرنے تک 22 نوجوانوں کو شہید کر دیا گیا۔قتل عام کے اس سانحہ نے کشمیر میں جوالا مکھی کو بھڑکا دیا۔لوگ شدید غصے میں مشتعل تھے ۔ 13 جولائی کشمیر کی تاریخ میں جدو جہد آزادی کے حوالے سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔قتل عام کے اس واقعہ سے کشمیریوں پر مظالم کا چرچا دور دور تک ہونے لگا ۔شیخ محمد عبداللہ اپنی

خودنوشت آتش چنار میں لکھتے ہیں کہ اس دن ایک زخمی نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا،"شیخ صاحب ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا،اب آپ کی باری ہے"،اور یہ الفاظ کہنے کے بعد ہی وہ شہید ہوگیا،شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر کی آزادی کے لئے تحریک چلائی ۔13 برس جیل کاٹی لیکن بالآخر دیگر عوامل سمیت جواہر لعل نہرو کی دوستی اور اقتدار کے لئے کشمیریوں کی قربانیوں پر پانی پھیر دیا۔نیشنل کانفرنس کے ہمدرد اگرچہ شیخ صاحب کے احترام میں حقائق کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں تاہم وہ آج اعتراف کرتے ہیں کہ شیخ صاحب بھارت کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرتے تو آج صورتحال مختلف ہوتی ۔لمحوں نے خطا کی ،صدیوں نے سزا پائی ۔ ورنہ کشمیری آج اپنی قیادت کی انا پرستی ،مفاد پسندی ،اقتدار اور مراعات کے حرص کی سزا نہ بھگت رہے ہوتے ۔موجودہ مسلح جدو جہد کے دوران بھی بعض کشمیریوں نے یک طرفہ اور ذاتی مفاد یا اپنی پارٹی ،تنظیم یا ادارے کے مفاد کو سامنے رکھ کر فیصلے کئے ۔مشاورت سے کنارہ کشی کی ۔اجتماعی سوچ کو اہمیت نہ دی ۔جماعتی یا علاقائی،پارٹی بالادستی کا سہارا لیا۔تعداد نفری یا وسائل کے نشے میں چور ہوئے ۔ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مساجد تعمیر کیں ۔جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے ۔اب بھی کفارہ ادا کرنے کا وقت ہے ۔ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھا جاسکتا ہے ۔اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جانی چاہیے ۔شیخ عبداللہ کے حشر کو سامنے رکھ کر اپنی پالیسی پر ازسر نو غور کرنا غلط نہ ہوگا ۔یوم شہداء کشمیر صرف تقاریر، جلسے جلوسوں،نعروں کا نہیں بلکہ عملی اقدامات کا تقاضا کرتا ہے، 1931ء سے اب تک لاکھوں کشمیریوں نے قربانیاں پیش کی ہیں،ان قربانیوں کو نظرانداز کر دیا۔سب نے اپنی انا کو چھوڑ کر مل کر، رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کیں تو کامیابی مقدر بن سکتی ہے ۔شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہوگا کہ شہداء کے مشن کو جاری رکھنے کیلئے اتحاد واتفاق کے ساتھ خلوص ونیک نیتی ،سوجھ بوجھ،عفوودرگزر،افہام وتفہیم سے،سب سٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر مؤثر وبامقصد عملی اقدامات کئے جائیں ۔ تحریک آزادی کو منجمد کرنے یا آئندہ نسلوں پر چھوڑنے، تقسیم، جنگ بندی لائن کو مستقل سرحد بنانے یا بھارتی غاصبانہ اور ظالمانہ اقدامات کے جواب میں کوئی ناپسندیدہ فیصلہ کرنے کے بجائے سیاسی، عسکری، سفارتی اور میڈیا سمیت ہر محاذ پر بڑھ چڑھ کر جدو جہد کو ازسر نو منظم ومربوط کیا جائے ۔ماضی کے اقدامات کا مفصل جائزہ لیا جائے ۔کامیابیوں اور ناکامیوں کا تجزیہ کیا جائے ۔کیا کھویا، کیا پایا کا خیال کیا جائے ۔یکسوئی سے تحریک سے وابستہ لوگ اور مایوس عناصر متحرک کردار ادا کریں ۔جو لوگ شعوری وغیر شعوری طور پر مفادات، مراعات یا مختلف حیلے بہانوں، مجبوریوں، مصلحتوں، دباؤ، انتقام یا ناامیدی سے منظر سے ہٹ گئے اور خود سائیڈ لائین ہو گئے، وہ اپنا خود محاسبہ کریں ۔کوئی اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا ۔سب کو حساب دینا ہے ۔لیڈر شپ کا حساب زیادہ سخت ہے ۔"بیس کیمپ" کا کردار بھی متعین ہوگا۔" تم بھی اٹھو اہل وادی" پکارنے اور ترانے بجانے والوں کو بھی جواب دینا ہوگا کہ وہ خود کیوں خاموش ہو گئے ۔اقتدار اور کرسی کے لئے شہداء کی قربانیوں کو ذریعہ معاش بنادیا گیا۔کشمیر کاز، شہیدوں، عصمتوں، قربانیوں کے نام پر سیاست کرنے والوں کو بلاشبہ دنیا میں ورنہ آخرت میں عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔لاکھوں شہدا کی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی۔کشمیری ضرور آزادی حاصل کریں گے اور افغانوں کی طرح قابض بھارت کو بھاگنے پر مجبور کریں گے۔

جناب غلام اللہ کیانی معروف کشمیری صحافی، دانشور اور کالم نگار ہیں ۔کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں ۔

ایران اسرائیل معرکہ۔۔۔

خون، خاموشی اور بارود کے بیچ لکھی جارہی نئی دنیا کی کہانی

تل ابیب کی تباہی کا آغاز تہران کے حوصلے سے ہوگا، اگر عالمی ضمیر بیدار نہ ہوا

دجلہ وفرات کی سرزمین پر بجتے جنگی نقارے، مشرق وسطیٰ کی افسوس ناک خاموشی امت مسلمہ بڑے خطرے کی دہلیز پر!

امن کے نغمے دفن، نفرت کی تلواریں بے نیام، یہ ہے موجودہ دنیا کا نیا عالمی نظام

ایک دنیا، دو پیمانے۔۔ یوکرین کے آنسو قیمتی، فلسطین کا لہو بے قیمت؟

اقصیٰ کے سائے میں بہتا ہوا خون اور خاموشی سے بہتا ہوا عالمی انصاف

پاکستان، ایران، اور فلسطین کے درمیان خاموش رشتہ۔۔ کیا وقت آگیا ہے کہ ہم عملی قیادت کریں؟

ایٹمی توازن، سفارتی بردباری، اور امت کی امید۔۔ پاکستان کا نازک مگر فیصلہ کن کردار

سید عمر اویس گردیزی

وسطِ مشرق میں برپا ہونے والی حالیہ جنگ، جو اسرائیل اور ایران کے درمیان ایک خفیہ کشیدگی سے نکل کر کھلے میدانِ جنگ کی صورت اختیار کر چکی ہے، محض دو ریاستوں کا قضیہ نہیں رہا، بلکہ اب یہ ایک عالمی سیاسی و تزویراتی بحران میں ڈھل چکا ہے۔ تل ابیب سے تہران تک اور واشنگٹن سے اسلام آباد تک، ہر دارالحکومت اس جنگ کے اثرات کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ جنگی طیارے، میزائل، ڈرون، اور سائبر حملے، یہ سب اب محض فوجی کارروائیاں نہیں بلکہ نظریاتی و تہذیبی برتری کی لڑائی کا روپ دھار چکے ہیں۔ دنیا ایک بار پھر ایک ایسے موڑ پر کھڑی ہے جہاں طاقت کے توازن کو ازسرِنو متعین کیا جا رہا ہے۔ سرد جنگ کی یادگاریں ابھی ذہنوں سے محو نہ ہو پائی تھیں کہ ایک کے بعد ایک محاذ گرم ہونا شروع ہوگیا۔ ایران و اسرائیل کی حالیہ چپقلش نے نہ صرف مشرقِ وسطیٰ کو ایک بار پھر بارود کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے، بلکہ اس سے عالمی سطح پر بھی ایک شدید کشمکش نے جنم لیا ہے۔ ایران، جو صیہونی توسیع پسندی کے خلاف علمِ مزاحمت بلند کیے کھڑا ہے، آج اسرائیلی فضائی حملوں اور مغربی پابندیوں کا سامنا کر رہا ہے۔ دوسری جانب اسرائیل، اپنی فطری جارحیت اور غزہ میں خون آشام کارروائیوں سے انسانی تاریخ کے سیاہ ترین باب لکھ رہا ہے۔ غزہ کی صورتِ حال انسانیت کے ضمیر پر

ایک کڑا سوالیہ نشان بن چکی ہے۔ بچوں کے کٹے ہوئے اعضا، ملبے میں دبی ماؤں کی سسکیاں، اور مساجد کے ملبے، وہ شواہد ہیں جو عالمی طاقتوں کے دعوائے انسانی حقوق کی قلعی کھول رہے ہیں۔ اسرائیل نہ صرف فلسطینی عوام کو ان کی زمین سے بے دخل کر رہا ہے بلکہ ان کی تاریخ، ثقافت اور شناخت کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلا ہے۔ امریکہ اور یورپ، جو انسانی حقوق کے علمبردار ہونے کے دعوے کرتے ہیں، اسرائیل کو اس کے جرائم پر کٹہرے میں لانے کے بجائے، اس کی پشت پناہی کرتے نظر آتے ہیں۔ روس اور یوکرین کی جنگ نے ایک اور عالمی محاذ کو کھول دیا ہے۔ یہ محض سرحدی تنازعہ نہیں بلکہ نیٹو اور روس کی بالادستی کی جنگ ہے، جس میں معصوم عوام، بنیادی ڈھانچے، اور یورپ کا استحکام قربان ہو رہے ہیں۔ اس جنگ نے دنیا کو یہ سبق دیا کہ جب بڑی طاقتیں اپنے مفادات کے لیے ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں، تو عالمی معیشت، غریب ممالک، اور امن کے خواب بکھر جاتے ہیں۔ مہنگائی، ایندھن کی قلت، اور خوراک کی عدم دستیابی جیسے اثرات آج ہر براعظم میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان حالیہ سرحدی کشیدگیاں اور لائن آف کنٹرول پر ہونے والے جھڑپیں اس بات کی غماز ہیں کہ جنوبی ایشیا بھی کسی بڑی آگ کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ بھارت کی جارحانہ خارجہ پالیسی، مسلمانوں کے خلاف داخلی شدت پسندی، اور کشمیر پر ظلم، پورے خطے کو غیر مستحکم کر رہے ہیں۔ پاکستان، جو ایٹمی طاقت کے طور پر جنوبی ایشیا کا توازن قائم کیے ہوئے ہے، اپنے صبر و حکمت کی پالیسی سے اب تک ایک بڑی تباہی کو ٹالے ہوئے ہے۔ مگر اگر عالمی طاقتوں

نے مسئلہ کشمیر پر اپنی روایتی بے حسی ترک نہ کی، تو ایک چنگاری بہت بڑے شعلے کو جنم دے سکتی ہے۔ ایسے نازک وقت میں جب دنیا مختلف محاذوں پر الجھی ہوئی ہے، عرب ممالک کا کردار نہایت افسوسناک حد تک کمزور اور مصلحت پسندانہ رہا ہے۔ جن ممالک کے وسائل، فوجی طاقت اور سیاسی وزن سے عالم اسلام کی سمت متعین ہو سکتی تھی، وہ یا تو مغرب کی چھتری تلے خود کو محفوظ سمجھتے ہیں یا اندرونی خلفشار کا شکار ہیں۔ متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، اور قطر جیسے ممالک اگر اپنا وزن فلسطینی و ایرانی مؤقف کے حق میں ڈالیں، تو عالمی سفارتکاری کے توازن کو جھٹکا دیا جا سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اکثر عرب حکمران، اسرائیل کے ساتھ خفیہ یا علانیہ معاہدوں کے اسیر ہو چکے ہیں۔ امریکہ کا کردار ہر محاذ پر ایک دوہرا چہرہ لے کر سامنے آیا ہے، ایک طرف وہ اسرائیل کو جدید اسلحہ فراہم کرتا ہے، اور دوسری طرف ثالثی کے نام پر امن کا دعویدار بنتا ہے۔ روس یوکرین جنگ میں وہ یوکرین کے شانہ بشانہ کھڑا ہے، مگر ایران یا فلسطین کے لیے اس کا ضمیر خاموش کیوں ہو جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ، امن نہیں، قوت کے توازن اور اپنے مفادات کی پاسداری کا محافظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سامنے ایک نیا سوال کھڑا ہو چکا ہے کہ کیا انسانیت کے نجات دہندہ وہی ہوں گے جو جنگوں کے تاجر بھی ہیں؟ عالمی ضمیر کو بیدار ہونے کے لیے اب کسی اور المیے کی ضرورت نہیں، بلکہ فیصلہ کن لمحہ آن پہنچا ہے، یا تو ہم امن کی راہوں کا تعین کریں یا جنگ کے اندھیرے ہمیں نگل جائیں گے۔

ایران اور اسرائیل کے مابین کشیدگی کی جڑیں نئی نہیں۔ ایران کی جانب سے حزب اللہ، حماس اور دیگر مزاحمتی تنظیموں کی حمایت، جبکہ اسرائیل کا یک طرفہ فلسطینی علاقوں پر تسلط، اس تصادم کو دہائیوں سے ایندھن فراہم کرتے آ رہے ہیں۔ تاہم 2024 کے اواخر اور 2025 کے ابتدائی مہینے وہ نکتہ ثابت ہوئے جہاں خفیہ جنگ نے کھلے تصادم کی صورت اختیار کر لی۔ اسرائیلی فضائیہ نے تہران، اصفہان، اور نطنز میں متعدد اہم جوہری اور عسکری تنصیبات پر حملے کیے، جنہیں ''آپریشن رائزنگ لائن'' کا نام دیا گیا۔ ایران نے اس جارحیت کے ردِعمل میں درجنوں

ڈرون اور میزائل اسرائیل پر داغے، جن کا بڑا حصہ اسرائیلی آئرن ڈوم دفاعی نظام نے ناکام بنایا، مگر کچھ حملے تل ابیب اور حیفہ جیسے شہروں کو ہلا کر رکھ گئے۔

غزہ کی پٹی اس خطے کی وہ نازک شریان ہے جہاں ہر جنگ کا زخم گہرا پڑتا ہے۔ اسرائیل نے ایران پر حملے کے تناظر میں غزہ میں حماس کے خلاف ایک نئی فوجی مہم شروع کی، جس میں سینکڑوں فلسطینی شہید ہوئے، ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ بنیادی ڈھانچہ تباہ، اسپتال ملبے کا ڈھیر، اور لاکھوں افراد بے گھر ہو چکے۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں نے اسے جنگی جرائم قرار دیا، لیکن اسرائیل نے اپنی کارروائی کو ''قومی سلامتی'' کا نام دے کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔ امریکہ، جو ایک طویل عرصے سے اسرائیل کا حلیف رہا ہے، اس جنگ میں بھی غیر جانبدار نہ رہا۔ واشنگٹن نے اسرائیل کو نہ صرف عسکری بلکہ سفارتی تحفظ فراہم کیا۔ امریکی بحری بیڑے خلیج فارس میں متحرک کیے گئے اور ایران پر مزید پابندیوں کا اعلان ہوا۔ تاہم امریکی کانگریس، میڈیا اور عوام میں اس پالیسی پر شدید اختلافات دیکھنے میں آئے۔ کچھ حلقے اسے تیسری عالمی جنگ کی تمہید قرار دے رہے ہیں، تو کچھ اسے ایران کے خلاف ''جائز دفاع''۔ امریکی قیادت اس وقت ایک ایسی کشمکش میں ہے جہاں ایک طرف اسرائیلی لابی کا دباؤ ہے، اور دوسری طرف عالمی رائے عامہ کا ضمیر۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ عالم اسلام اس نازک مرحلے پر بھی انتشار کا شکار ہے۔ ایک طرف ایران تنہا کھڑا ہے، تو دوسری طرف بیشتر عرب ریاستیں اسرائیل سے خفیہ یا علانیہ تعلقات استوار کر چکی ہیں۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین وغیرہ نے رسمی مذمت سے آگے بڑھنے سے اجتناب کیا۔ ترکی نے اگرچہ سخت بیانات دیے، مگر عملی طور پر اس کا کردار محدود رہا۔ صرف چند اسلامی ریاستوں نے ایران کی حمایت میں کھل کر آواز بلند کی، جن میں شام، لبنان، قطر اور یمن قابل ذکر ہیں۔ پاکستان نے ہمیشہ فلسطینیوں کے حق خودارادیت کی حمایت کی ہے اور اسرائیل کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ حالیہ بحران کے دوران بھی حکومتِ پاکستان نے اسرائیلی کارروائیوں کی مذمت کی اور ایران سے اظہارِ یکجہتی کیا، مگر اس کے اقدامات محض بیانات تک محدود رہے۔ پاکستان کی معیشت، سفارتی چیلنجز اور اندرونی عدم استحکام نے اسے عملی اقدام سے روک رکھا ہے۔ مگر پاکستانی عوام، سول سوسائٹی اور مذہبی حلقوں کی طرف سے شدید ردِعمل آیا ہے۔ ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے، اجتماعات، اور آن لائن کمپینز جاری ہیں۔ یہ جنگ صرف ایران اور اسرائیل کی جنگ نہیں۔ اگر اس کا دائرہ پھیلتا ہے تو پورا مشرق وسطیٰ اور اس سے جڑے ممالک، بشمول پاکستان، اس کی لپیٹ میں آ سکتے ہیں۔ توانائی کے ذخائر پر اثرات، تجارتی راہداریوں میں خلل، پناہ گزینوں کا بحران، اور دہشت گردی کی نئی لہر جیسے عوامل خطے کو عدم استحکام کی طرف

دھکیل سکتے ہیں۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں بلند ہو چکی ہیں، یورپ اور ایشیا میں مہنگائی کی نئی لہر جنم لے رہی ہے، جبکہ عالمی ادارے تاحال خاموش تماشائی ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں، یورپی یونین کی پریس ریلیز، اور بین الاقوامی عدالتِ انصاف کی رپورٹس، سب کچھ اپنی جگہ موجود، مگر عملداری ندارد۔ اسرائیل نے ماضی میں بھی عالمی اداروں کو خاطر میں نہ لایا، اور اب بھی وہ طاقت و عسکری حمایت پر تکیہ کیے بیٹھا ہے۔ ایران عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہا ہے، مگر میڈیا میں اسے منفی انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس وقت دنیا ایک ایسے مقام پر کھڑی ہے جہاں عالمی انصاف کے نظریات کو ایک بار پھر شدید آزمائش کا سامنا ہے۔ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا تیسری عالمی جنگ ممکن ہے؟ کچھ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اگر ایران پر حملے جاری رہے اور چین یا روس ایران کے ساتھ کھل کر میدان میں آ گئے، تو ایک عالمی جنگ کی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ نیٹو کا کردار، خلیجی ریاستوں کا توازن، اور بھارت و پاکستان جیسے جوہری ممالک کی پوزیشن اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی افغانستان، یمن، لبنان اور شام جیسے ممالک میں موجود غیر ریاستی عناصر بھی اس جنگ کو وسعت دینے کا باعث بن سکتے ہیں۔

معروف صحافی حامد میر نے اپنے ایک خصوصی تحریر میں اس پوری صورت حال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے" چلیں ایک کام کریں، نقشہ دیکھ لیجیے، اسرائیل کی سرحد اردن سے ملتی ہے۔ اردن کی سرحد شام سے، شام کی سرحد عراق سے، اور عراق کی سرحد ایران سے جا ملتی ہے۔ ایران کے ساتھ پاکستان کی سرحد جُڑی ہوئی ہے۔ اب ذرا تاریخ کے صفحات پلٹتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کنگ حسین کے ساتھ اردن کا اسرائیل سے امن معاہدہ ہوتا ہے تو اسرائیل براہِ راست شام کی سرحد تک پہنچ جاتا ہے اور موساد وہاں سرگرمِ عمل ہو جاتا ہے۔ شام میں حافظ الاسد رکاوٹ بنتا ہے، چنانچہ وہاں چودہ سال اور تین ماہ تک خانہ جنگی کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ اس دوران شام کا فضائیہ اور فوج مکمل طور پر تباہ کر دی جاتی ہے، ملک قرض میں ڈوب جاتا ہے، بھائی بھائی کا گلا کاٹتا ہے، اور بالآخر بشار الاسد کو چلتا کیا جاتا

ہے۔ اقتدار پر الجولانی اس حالت میں قبضہ کرتا ہے کہ اسرائیلی جنگی طیارے جب چاہیں شام کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں اور اہلِ شام صرف بے بسی کی آہیں بھرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اب ایران اور پاکستان کے درمیان صرف عراق باقی رہ جاتا ہے۔ پہلے عراق کو اسلحہ دیا جاتا ہے، ایران میں خونی انقلاب برپا کروایا جاتا ہے، اور پھر عرب اور عجم یعنی عربی اور فارسی کو آپس میں لڑایا جاتا ہے۔ یہ خونریزی آٹھ سال تک جاری رہتی ہے، نہ کوئی فاتح ہوتا ہے، نہ مفتوح۔ ہاں، یہی اسرائیل جب دیکھتا ہے کہ عراق اور ایران حالتِ جنگ میں ہیں، تو وہ اپنے جنگی جہازوں کے ذریعے تموز کے نیوکلیئر پلانٹ پر بمباری کر کے اسے تباہ کر دیتا ہے، یہ کہہ کر کہ اس سے اسرائیل کی امن و سلامتی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد عراق کو شہ دی جاتی ہے اور وہ کویت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ جیسے ہی وہ کویت کی سرحد پار کرتا ہے، امریکہ بہادر پوری دنیا کو اکٹھا کر کے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا ہے۔ مگر تب بھی عراق میں کچھ جان باقی رہتی ہے۔ پھر یہی اسرائیل 2003 میں امریکہ کو قائل کرتا ہے کہ عراق ایسے ہتھیار بنا رہا ہے جو بڑے پیمانے پر تباہی پھیلا سکتے ہیں۔ عراق بار بار یقین دہانی کرواتا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، وہ عالمی ایٹمی توانائی کے ادارے کو مکمل رسائی دیتا ہے، مگر اس ادارے کے افراد جاسوسی پر مامور ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عراق پر تباہ کن حملہ ہوتا ہے، شیعہ ملیشیا حرکت میں آتے ہیں، بھائی بھائی کا گلا کاٹتا ہے، عراق کی فوج اور فضائیہ مکمل تباہ کر دی جاتی ہے، سونے کے ذخائر لوٹے جاتے ہیں، اور صدام حسین کو تختۂ دار پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اب پاکستان اور اسرائیل کے درمیان صرف ایران رہ جاتا ہے۔ اسرائیلی جنگی طیارے جب چاہیں اردن، شام، اور عراق کے اوپر سے بلا خوف و خطر پرواز کر سکتے ہیں، بمباری کر سکتے ہیں، اور ان کو روکنے والا کوئی نہیں۔ پھر 12 جون 2025 کا وہ لمحہ آتا ہے، جب بغیر کسی پیشگی وجہ کے اسرائیل، ایران کے ایٹمی مراکز پر بمباری کرتا ہے۔ ایران کے اہم جرنیلوں اور سائنس دانوں کو ان کے بچوں کے سامنے خاک و خون میں نہلا دیا جاتا ہے۔ دھمکی دی جاتی ہے کہ یہ حملے اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک ایران کا ایٹمی پروگرام مکمل طور پر نیست و نابود نہیں کر دیا جاتا، کیونکہ اس سے اسرائیل کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اسرائیل کا وزیرِ دفاع دھمکی دیتا ہے کہ اگر ایران نے جوابی دفاع کا حق استعمال کیا تو تہران کو جلا کر راکھ کر دیا جائے گا۔ یہ حملے اور جوابی حملے تین دن سے جاری ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ کب تک جاری رہیں گے۔ اب تصور کیجیے، خدانخواستہ اگر ایران بھی اسی انجام سے دوچار ہو جائے جس سے شام اور عراق ہوئے، تو پھر خاکم بدہن! اسرائیل کے تین چار سو جنگی جہاز پاکستان کے اندر اہداف کو نشانہ بنانے کے لیے کسی بھی وقت، بغیر کسی روک ٹوک کے آ سکیں گے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کو "اکھنڈ بھارت" کے خواب دیکھنے والے گوبر

آچار یہ جیسے لوگوں کی حمایت حاصل ہوگی، ان کے اڈے اور رہنما بھی ساتھ ہوں گے، اور فضا میں ایندھن کی ضرورت تک نہیں پڑے گی! تو کیا ہم اس وقت کا انتظار کریں؟ یورپ اور امریکہ کی انسان دوستی، عدل و انصاف کے پیمانے اور دعوے اب محض نعرے بن چکے ہیں۔ وہ صرف اُس وقت چیختے ہیں جب ان کی دم پر پاؤں پڑتا ہے، ورنہ راوی چین ہی لکھتا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے، جیسا بھی کرنا ہے، ابھی اور اسی وقت کرنا ہے۔ ورنہ: ''تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں کے مصداق ہم بھی اس کی لپیٹ میں ہونگے''۔

اب آتے ہیں اس جانب کہ اس عالمی مسئلہ کا حل کیا ہے؟ عالمی برادری فوری جنگ بندی کیلئے ثالثی کا کردار ادا کرے۔ اسلامی ممالک OIC کو فعال بنائیں اور ایک مشترکہ پالیسی اپنائیں۔ پاکستان ایران اور سعودی عرب کے درمیان پل بنے۔ اقوام متحدہ غزہ پر اسرائیلی کارروائیوں کی بین الاقوامی تحقیقات کرائے۔ میڈیا کو غیر جانبدارانہ رپورٹنگ کی تلقین کی جائے۔ عوامی سطح پر سفارتی دباؤ بڑھایا جائے تاکہ اسرائیل کی بے مہار پالیسیوں کا سدِ باب کیا جاسکے۔

بطور ایٹمی ملک پاکستان کا ممکنہ کردار کیا ہے اور ایک تاریخی ونظریاتی ذمہ داری کیا کیا ہے، اس موضوع پر بھی اس اہم حوالہ کو تاریخی مضمون کی زینت بنانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں تاکہ جولوگ پاکستان پر تنقید کے نشتر برساتے ہیں وہ سمجھ سکیں۔ کیونکہ جب مشرقِ وسطیٰ کی فضاؤں میں جنگ کے بادل گھرے ہوں، اور تہران وغزہ کی گلیوں میں معصوم لہو بہہ رہا ہو، تب خطے کا سب سے بڑا ایٹمی اسلامی ملک پاکستان اپنی پالیسی، کردار اور ذمہ داریوں کے حوالے سے عالمی ضمیر اور ملتِ اسلامیہ کی نگاہوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ پاکستان نے جب 1998 میں چاغی کے پہاڑوں کو لرزا کر ایٹمی دھماکے کیے، تو یہ صرف ہندوستان کے مقابلے میں عسکری توازن کا قیام نہ تھا، بلکہ یہ مسلم دنیا کو پہلا ایٹمی دفاعی حصار دینے کا عمل بھی تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب پاکستان کو ''اسلامی ایٹمی قوت'' کا لقب ملا۔ آج، جب عالم اسلام ایک سفاک ریاست (اسرائیل) کی بربریت اور ایک مظلوم قوم (ایران، فلسطین) کے ساتھ کھڑے ہونے کی آزمائش

سے گزر رہا ہے، پاکستان کی ایٹمی حیثیت صرف ایک عسکری طاقت نہیں، بلکہ امت کی امانت بن چکی ہے۔ اگرچہ پاکستان نے ہمیشہ اپنے ایٹمی ہتھیاروں کو دفاعی پالیسی کے تحت محدود رکھا ہے، مگر اس کی موجودگی خود ایک بازدار قوت (Deterrent Power) کے طور پر کام کرتی ہے۔

ایران کے خلاف اگر اسرائیل یا اس کے حلیف کوئی بڑی فوجی مہم شروع کرتے ہیں، تو پاکستان کی خاموشی ایک خلا پیدا کرے گی، جبکہ اس کا ایک مضبوط سفارتی اور اخلاقی موقف اسرائیل و امریکہ کو یہ پیغام دے سکتا ہے کہ ''ایٹمی اسلامی دنیا جاگ رہی ہے''۔ ایران کوئی عام اسلامی ملک نہیں، بلکہ ایک ایسا ملک ہے جس نے فلسطین، لبنان، شام، عراق اور اب یمن میں صیہونی سازشوں کے خلاف عملی میدان میں قربانیاں دی ہیں۔ اگرچہ مسلکی اختلافات کی آندھیاں وقتاً فوقتاً چلتی رہی ہیں، مگر پاکستان کے لیے یہ لمحہ مسلک نہیں ملت کو ترجیح دینے کا ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ ایران کے دفاع میں سفارتی سطح پر بھرپور حمایت دے۔ او آئی سی میں ایران کے حق میں مشترکہ قرارداد لانے کی کوشش کرے۔ چین، ترکی، ملائیشیا، قطر اور انڈونیشیا کے ساتھ سفارتی بلاک تشکیل دے۔ ایٹمی قوت صرف میزائلوں کی لمبائی کا نام نہیں بلکہ سفارتی وزن کا بھی تعین کرتی ہے۔ اسرائیل، جو خود غیر اعلانیہ ایٹمی طاقت ہے، جب ایران جیسے ملک پر حملے کرے، تو اس کے خلاف پاکستان جیسا ملک اگر خاموش رہے تو یہ خاموشی عالمی ضمیر کی موت سمجھی جائے گی۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ میں مستقل آواز بن کر سامنے آئے۔ امریکہ، یورپ اور روس کے سفارت خانوں کو باقاعدہ احتجاجی نوٹس دے۔ اسرائیلی بربریت پر بین الاقوامی میڈیا میں پاکستان کا موقف نمایاں کرے۔ پاکستان کو چاہیے کہ اپنی پارلیمنٹ میں فوری طور پر قرارداد مذمت پاس کرے جس میں اسرائیل کو ایک بار پھر کلئیر انداز میں دہشتگرد ریاست قرار دیا جائے۔ فیلڈ مارشل اور ڈی جی آئی ایس آئی کا مشترکہ موقف آئے کہ پاکستان امت کے تحفظ میں خاموش نہیں رہے گا۔ عوامی سطح پر یومِ حمایتِ ایران و فلسطین کا اعلان کیا جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ پاکستانی قوم امت کے ساتھ ہے۔ غزہ میں اسرائیلی جارحیت، بچوں کا قتل عام اور انسانی حقوق کی پامالی کوئی مخفی حقیقت نہیں۔ پاکستان کو چاہیے کہ اقوام متحدہ میں غزہ میں جنگی جرائم کی آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کرے۔ عرب و اسلامی ممالک کو ملا کر فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے روڈ میپ پیش کرے۔ رفاہ، خان یونس اور نابلس کے متاثرین کے لیے باقاعدہ طبی، مالی وغذائی امداد روانہ کرے۔

یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ پاکستان کو ایک ایسی جنگ میں الجھنے سے گریز کرنا چاہیے جو براہِ راست اس کی سرزمین پر نہ ہو، مگر یہ احتیاط خاموشی کا جواز نہیں بن سکتی۔ پاکستان کو تدبیر اور جرأت کے حسین امتزاج سے کام لینا ہوگا، نہ جنگ کا علم بلند کرنا ہے، نہ خاموشی کا خنجر تھامنا ہے۔ امن کے علمبردار بن کر ظلم کی مخالفت

کرنا ہی بہترین کردار ہو گا۔ ایٹمی حیثیت کو عقلی و اخلاقی قیادت کے طور پر بروئے کار لانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ضمیر کی قوت، ایٹم سے بڑی ہوتی ہے، ایٹمی طاقت پاکستان کو دنیا میں ایک منفرد مقام دیتی ہے، مگر اصل قوت اس کے نظریاتی اثاثے، تاریخی ورثے، اور ملتِ اسلامیہ کی قیادت کے شعور میں ہے۔ آج جب اسرائیل ظلم کی انتہا پر ہے، ایران تنہا کھڑا ہے، اور فلسطین کے بچے شہید ہو رہے ہیں، تو پاکستان کو اپنی زبان، قلم، سفارت، معیشت، اور دفاع، سب کو امت کی حرمت کی پاسبانی میں جھونک دینا ہو گا۔ کیونکہ اگر پاکستان خاموش رہا، تو وہ صرف ایران نہیں، بلکہ پوری اسلامی دنیا کو ایک اخلاقی و سیاسی یتیمی کی طرف دھکیل دے گا۔

لہو کی زبان میں لکھی ہوئی آزادی کی گواہی :شہید حریت برہان مظفر وانی کی برسی پر کشمیر کے بہتے زخموں، بھارتی سفاکیت اور عالمی ضمیر کی خاموشی کے خلاف ایک نوحہ

آخر میں اب کہ جب ہم مشرقِ وسطیٰ، یوکرین، اور غزہ کی تباہ کاریوں، ایران اسرائیل جنگ کا ماتم کرتے ہیں، تو ہمیں کشمیر کی دھرتی پر بہتا ہوا وہ لہو بھی یاد رکھنا ہو گا، جو ہر روز خاموشی سے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ جہاں برہان وانی شہید جیسے نوجوان صرف آزادی کا خواب دیکھنے کی پاداش میں مارے جاتے ہیں۔ 8 جولائی 2016 میں شہید ہونے والا برہان مظفر وانی شہید اب ایک فرد نہیں، ایک فکری علامت بن چکا ہے۔ ایسی علامت جس نے اپنے لہو سے سوال لکھا ہے "کیا دنیا کا امن ہمارے خوابوں سے الگ ہے؟" اس مضمون کے آخر میں برہان مظفر وانی شہید کی شہادت پر بھی چند جملے بطور خراجِ عقیدت اور سوالیہ انداز میں لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کبھی کوئی قوم وقت کی عدالت میں اپنے آنسو پیش کرتی ہے، کبھی اپنے بیٹوں کے جنازے، اور کبھی اپنے مقدس لہو سے رقم کی ہوئی کہانیوں کو۔ کشمیر کی وادی، جو قدرت کے ہونٹوں پر تبسم تھی، آج درد کے نوحوں سے گونج رہی ہے۔ جہاں کبھی بہار کے رنگ کھلتے تھے، آج وہاں لہو کے دھبے دائمی خزاں کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ برہان مظفر وانی شہید، وہ نام جو محض ایک شخص نہیں، بلکہ ایک نظریہ تھا۔ وہ آنکھیں جن میں آزادی کے خواب سلگتے تھے، وہ آواز جو قابض کی

بندوقوں کو چیلنج کرتی تھی، اور وہ لہجہ جو مظلوموں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ وہ چہرہ جو سوشل میڈیا سے نکل کر ہر کشمیری کے دل کی دیوار پر کندہ ہو چکا ہے۔ برہان، اس نسل کا بیٹا تھا جسے ہندوتوا کے جنونی زخموں میں پلنے کی عادت ہو چکی ہے، لیکن جو سر جھکانا نہ جانتی تھی۔ برہان شہید کا جرم یہ نہ تھا کہ وہ بندوق اُٹھائے ہوئے تھا، بلکہ اس کا اصل "جرم" یہ تھا کہ وہ زندہ ضمیر رکھتا تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا، اور پھر اپنے لہو سے اس کی آبیاری کی۔ وہ 8 جولائی 2016 کو شہید ہوا، مگر ہر سال اس کی برسی پر ہزاروں دلوں میں زندہ ہو جاتا ہے۔ اس کی شہادت، بھارت کے نام نہاد جمہوری چہرے پر ایک ایسا سیاہ دھبہ ہے جو کبھی مٹایا نہ جا سکے گا۔ اہلِ دنیا! کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ ایک قوم کے نوجوانوں کو صرف اس لیے گولیوں سے چھلنی کیا جائے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں؟ کیا انسانی حقوق صرف یورپ کے شہروں میں بسنے والے بچوں کے لیے مخصوص ہیں؟ کشمیر کی وادی ہر روز برہان وانی جیسے ہزاروں نوجوانوں کے جنازے اٹھا رہی ہے، اور دنیا کی آنکھوں میں انسانیت کی نمی نہیں، مفادات کا دھندلاپن ہے۔ آخر کب ختم ہو گی یہ خوں آشام داستان؟ کب رکے گا بارود کی بارش کا یہ شیطانی سلسلہ؟ کب خاموش ہوں گی بندوقیں، اور کب کھلیں گے سکول کے دروازے، جہاں آج بھارتی فوجی بوٹوں سے علم کو روندتے ہیں؟ کب بہے گا قلم کا سیاہ، اور کب تھمے گا لہو کا شور؟ کب انسانیت فتح پائے گی، اور کب ظلم کا تاج زمین پر پٹخا جائے گا؟ برہان وانی شہید، ہم تمہارے لہو کے قرض دار ہیں۔ تم نے جو مشعل جلائی تھی، وہ آج بھی اندھیروں میں روشنی دیتی ہے۔ تم نے جو سوال چھوڑا تھا، وہ آج بھی اقوام متحدہ، او آئی سی، اور ہر اسلامی ریاست کے دروازے پر دھڑکتا ہے:

"کیا ہماری آزادی کی قیمت اتنی سستی ہے کہ تم اپنی زبان تک بند رکھو؟"

یہ جنگ صرف اسلحوں کی گھن گرج نہیں، بلکہ انسانیت کے بنیادی اقدار کا امتحان ہے۔ تہران سے غزہ اور تل ابیب سے اسلام آباد تک، ہر دل، ہر فکر، ہر ضمیر آج کسی نہ کسی زاویے سے زخمی ہے۔ اگر دنیا نے آج بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو شاید تاریخ آنے والے کل میں ہمیں بزدل، بے حس اور مفاد پرست نسل کہہ کر پکارے گی۔ اللہ کرے کہ انسانیت غالب آئے، امن جیتے، اور جنگ ہار جائے۔ یہ سطور محض ایک صحافی کا تبصرہ نہیں بلکہ انسانیت کے رونے کی گونج ہے۔ میں بطور صحافی و کالم نگار اس یقین کے ساتھ یہ تحریر پیش کر رہا ہوں کہ الفاظ اگر ضمیر کو جھنجھوڑ سکیں، تو شاید جنگ کے نعرے خاموش اور امن کی سرگوشی بلند ہو جائے۔ ہماری نسل کا فرض ہے کہ ہم اس جنگ کو رُکوانے میں اپنا کردار ادا کریں، چاہے قلم سے ہو، زبان سے ہو یا دعا سے۔ اللہ ہمیں حق کہنے اور سننے کی توفیق دے۔ آمین۔

سید عمر اویس گردیزی کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے۔ معروف صحافی اور دانشور ہیں۔ کشمیر الیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلامعاوضہ لکھتے ہیں

اسرائیل و ایران جنگ کے حقیقی محرکات

یہ جنگ دراصل خانہ کعبہ پر حملے کا پیش خیمہ ہے

حریف ممالک میں موجود اتحادیوں کے ذریعے امریکہ اپنے حلیف پر حملہ کروا کے جنگ کا جواز پیدا کرتا ہے

امریکہ نے ایک صدی میں 27 ممالک پر 54 حملوں کے ذریعے لاکھوں بے گناہوں کا خون بہایا ہے

افریقی مُلک" برکینو فاسو" کے صدر ابراہیم تورارے کا اچانک ہیرو بن کر سامنے آنا ایک گمراہ کُن چال بھی ہو سکتی ہے

ماضی میں فلسطینیوں کے بے گناہ قتل عام میں اقوام متحدہ کی چھتری تلے مسلم ممالک بھی شامل رہے ہیں

امریکی عوام اپنے وظائف کے عوض صیہونی قاتل صدُور کو منتخب کرتے ہیں

مسلمان ممالک کو آپس میں لڑا کر اپنا اسلحہ بیچنا ہی امریکہ کا بنیادی ذریعۂ معاش ہے

امجد بٹ (مری)

تاریخ ہمیں سکھاتی ہے کہ امریکی اور اسرائیلی سامراج نے پہلے کویت کی اِمداد کے بہانے اور دوبارہ ایٹمی ہتھیاروں کی تلاش میں عراق کی سرزمین اور اسکی عوام کو 2003ء میں تاراج کیا، ہم نے یہ بھی پڑھا تھا کہ امریکہ نے ایران میں اپنے ہمنوا شاہ ایران کی حکُومت کو بحال کروانے کے لیے اِنقلابی راہنما ڈاکٹر مصدق کی حکُومت کا تختہ اُلٹ دیا تھا، کیُونکہ ڈاکٹر موصُوف نے برطانوی تیل کمپنیوں کو سرکاری تحوِیل میں لے لیا تھا۔ شمالی کوریا کے خلاف جنُوبی کوریا کو لڑانے کی امریکی سازش ہم نہیں بھول سکتے، پاکستانی شہر لاہور میں موجود قذافی سٹیڈیم کا نام بدل کر رکھنے میں امریکی دلچسپی ابھی تک ہمارے ذہنوں پہ ثبت ہے اور لیبیا کے حُجاج کرام پر فریضۂ حج کے لیے لگائی گئی امریکی پابندی کا شرمناک واقعہ اِسلامی تاریخ کی بے حسی کا واضح ثبُوت ہے۔ لیبیا والوں پر امریکی جہاز تباہ کروانے، امریکا میں ہی دہشت گردی کے ذریعے نو منزلہ عمارت گرانے اور 80 اسّی افراد کو ہلاک کروانے کی امریکی سازش بے نقاب ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا، پہلے رُوس اور اب مُسلمانوں کے خلاف افغانستان اور پاکستان میں لڑی جانے والی امریکی بقاء کی جنگ آج بھی جاری ہے۔ مُسلمانوں کو بحیثیت دہشت گرد اور بُنیاد پرست مُتعارف کروانے کی مغربی مکّاری کسی سے پوشیدہ نہیں، وزیرستان اور سوات میں لگائی جانے والی آگ اب اسلام آباد، کراچی، پشاور، لاہور کے بعد کوئٹہ والوں کو جھلسا رہی ہے۔

11 ستمبر۔۔۔ایک نہیں چار جہاز اغوا۔۔۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر۔۔۔ پینٹا گون۔۔۔18 منٹ کا وقفہ۔۔اب دُنیا اِسے کسی اور رُخ سے سوچ اور دیکھ رہی ہے۔ تارِیخ بتاتی ہے اور ٹھوس ثبُوت کے ساتھ بتاتی ہے کہ پینٹا گون نے سابق امریکی صدر جان ایف کینڈی کے دور میں خود اپنی سرزمین پر انتہائی خون ریزی کا منصوبہ بنایا۔ امریکن سی آئی اے ہولناک دہشت گردی کرنے کے بعد کیوبا پر الزام لگا کر اِسے سبق سکھانا چاہتی تھی۔ اِس منصُوبہ کی فائل جان ایف کینڈی کے سامنے پیش کی گئی تا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں تو امریکی صدر اس تصوّر سے کانپ اُٹھے۔۔۔ بعد میں اُن کا کیا حشر ہُوا؟ تاریخ اس کی کُچھ اور وجوہات بھی بتاتی ہے۔۔ 11 ستمبر کو جو کُچھ بھی ہُوا کیا وجہ تھی کہ واضح اور مُستند شواہد کو ٹھکرا کر پُوری دُنیا کو تباہ کرنے کا ساز و سامان ساتھ لے کر امریکہ وسطی ایشیا میں دس سال سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا اعلان کرتا ہے امریکہ کبھی افغانستان پر ایٹمی حملے کے پروگرام کا اعلان کرتا تھا اور کبھی جراثیمی ہتھیاروں کے اِستعمال کا، اہم بات یہ ہے کہ امریکہ نے پاکستان کو آفر بھی کی تھی کہ اس کے کمانڈوز کہوٹہ اور دیگر حساس مُقامات کی حفاظت کے لیے بلا مُعاوضہ خِدمات سر انجام دے سکتے ہیں۔ دُوسری طرف مُلک میں امریکہ مُخالف ریلیوں اور بھرپور احتجاج کو دیکھتے ہوئے امریکہ نے اپنے "تھنک ٹینکس" سے مستقبل کی بابت مشورہ لیا تھا اور پروگرام یہ تھا کہ اگر پاکستان میں موجود خطرناک حالات خانہ جنگی کی سی کیفیت کی طرف جاتے ہیں تو لامُحالہ پرویز مشرف اور زرداری کی طرح آلِ شریف کو بھی برطرف ہونا پڑے گا، ان حالات میں امریکہ کو خطرہ تھا کہ ایٹمی پروگرام محفُوظ ہاتھوں سے نکل کر اِس کے اپنے پیدا کردہ انتہا پسندوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ دُوسری طرف امریکہ کو پاکستان کی افغان پالیسی تبدیل کرنے کا ابھی تک بھرپُور یقین نہیں آرہا اور وہ بار بار آئی

11 ستمبر۔۔۔ایک نہیں چار جہاز اغوا۔۔۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر۔۔۔ پینٹا گون۔۔۔18 منٹ کا وقفہ۔۔اب دُنیا اِسے کسی اور رُخ سے سوچ اور دیکھ رہی ہے۔ تارِیخ بتاتی ہے اور ٹھوس ثبُوت کے ساتھ بتاتی ہے کہ پینٹا گون نے سابق امریکی صدر جان ایف کینڈی کے دور میں خود اپنی سرزمین پر انتہائی خون ریزی کا منصوبہ بنایا۔ امریکن سی آئی اے ہولناک دہشت گردی کرنے کے بعد کیوبا پر الزام لگا کر اِسے سبق سکھانا چاہتی تھی۔ اِس منصُوبہ کی فائل جان ایف کینڈی کے سامنے پیش کی گئی تا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں تو امریکی صدر اس تصوّر سے کانپ اُٹھے۔۔۔ بعد میں اُن کا کیا حشر ہُوا؟

ایس آئی اور دیگر حسّاس اِداروں کے بارے میں اپنے تحفُّظات کا اِظہار کر رہا ہے ۔سوال یہ ہے کہ وہی امرِیکہ جس کا سابق صدر کلنٹن مسلسل پانچ دن بھارت کے دورے کے بعد صرف ساڑھے چار گھنٹے کے لیے اِسلام آباد اُتر کر قوم کو براہ راست ”دھمکیاں“ دے کر واپس روانہ ہو جاتا ہے جبکہ گزشتہ دو دہائیوں میں اور آج بھی وہی ملک صدر ٹرمپ کی زُبانی بیانگِ دہل کہہ رہا تھا کہ امریکہ کو پاکستان کی دوستی پر فخر ہے لیکن اس جملہ میں ایک اور جملہ کا اضافہ بھی شامل ہے کہ سابق امرِیکی وزیرِ خارجہ کولن پاؤل نے کہا تھا کہ دہشت گردی کے خِلاف مہم کو کشمیر تک پھیلایا جاسکتا ہے ۔ یہ سب کُچھ کیا ہے؟ یہ اشارے کیا بتا رہے ہیں؟ امریکہ اپنے عزائم کے لیے کہاں تک جاسکتا ہے ؟امریکہ کا اصل ہدف کیا ہے؟ اِسرائیل اور امریکہ میں مُسلمانوں کو نیست و نابُود کرنے کے لیے کِن کِن مُعاہدوں پر دستخط ہو چُکے ہیں زیرِ نظر سطُور اِسی تجزیئے کی عکاس ہیں ۔

یہ حقیقت دلائل کی محتاج نہیں کہ یہُودی اور امرِیکی سامراج ساری دُنیا میں مُسلمانوں کے خِلاف سازِشوں میں مصرُوف ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اِن کی سازِشیں عجیب وغریب اور بہت گہری ہوتی ہیں ۔ہم لوگ یہُودیوں کو موسیٰؑ کی اُمّت ،اہلِ کِتاب اور توریت کی حامِل قوم تصوّر کرتے ہیں یہ ہماری سادگی اور حالات سے عدم واقفیت ہے ۔ یہُودی ایک سامراجی اور سازشی ذہنیت ہے جو کہیں اسرائیل اور کہیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اب یو این او کی بہروپیائی شکلوں میں کام کر رہی ہے ۔جس طرح کِسی نے محمُود غزنوی کو یہ بات سمجھائی تھی کہ جب تک سومنات کے مندروں کو گرایا نہیں جاتا اُس وقت تک ہندوستان فتح کرنا نا مُمکِن ہے یا جس طرح شیطان نے ابرھہ کے دماغ میں یہ کیڑا پیدا کیا تھا کہ جب تک عربوں (اہلِ مکّہ) کے معبُد (خانہ کعبہ) کو مُنہدم نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک جزیرۃ العرب پر اس کی بالادستی قائم نہیں ہو سکتی ۔ بالکُل اِسی طرح آج کی سامراجی طاقت امریکہ کو اِس کے یہودی مُشیروں نے یہ یقین دِلا رکھا ہے کہ معاذ اللہ جب تک مُسلمانوں کے مرکز کو تباہ اور اِن کو مُقدّس کِتاب سے مُنحرف نہیں کیا جاتا اُس وقت تک ساری دُنیا پر اقتدار قائم نہیں کیا جا سکتا چُنانچہ امرِیکہ اِسی کوشِش میں ہے کہ مسلمانوں کے مرکزی اور مُقدّس مقامات کو مِٹا دیا جائے ۔امرِیکہ نے اِسلام کے خِلاف کِتابیں لِکھوائیں تو اُسے اندازہ ہُوا کہ مُسلمان ساری دُنیا میں سراپا احتجاج بن گئے ہیں ۔سلمان رُشدی کی مُخالفت کہاں نہیں کی گئی ؟ حجازِ مُقدّس میں مُتعدّد سازِشیں ہُوئیں اور سازِش کے بے نقاب ہونے پر ساری دُنیا کے مُسلمانوں نے احتجاج کیا، بابری مسجد شہید کروا کر اور درگاہ ”حضرت بل“ پر حملہ کروا کے اس کا اندازہ کیا گیا کہ مُسلمانوں میں کہاں کہاں کس حد تک جذبہ، جوش اور دِین اِسلام سے عقِیدت ہے؟ افغانستان اور عِراق میں عالمی امن کے تحفُّظ اور دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر جس طرح مُسلمانوں کو شہید کیا جاتا رہا پُوری دُنیا اِن صیہُونی سازِشوں اور مظالم کی گواہ ہے ۔ اِن کا اگلا ہدف اِیران تھا ۔جس طرح جامعہ حفصہ ،جنُوبی وزِیرِستان اور افغانستان میں داخل ہونے کے لیے دہشت گردی کے خاتمے کا سہارا لیا گیا اور عِراق میں ایٹمی ہتھیاروں کی عدم دستیابی کے باوجُود وہاں مستقل ڈیرے ڈالے گئے ۔ اِسی طرح ایٹمی تنصِیبات کے خاتمے کے لیے بہانہ بنا کر اِیران میں داخلے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔مشرِقِ وُسطیٰ اور خصُوصاً اِسلامی مُمالک کی جنگی تارِیخ شاہد ہے کہ مُسلمان مُمالک کو آپس میں ہی لڑا کر ایک دُوسرے کے خِلاف اِستعمال کیا جاتا رہا ہے اور اُن کی سیاسی ،سماجی ،دِینی اور عسکری قُوّتوں کو خاک میں ملا دیا گیا ۔آج بھی تمام خُوشحال اِسلامی مُمالک نے اپنی دولت اور یورپ میں موجُود اپنے

تجارتی مُفادات کی خاطِر اِسرائیل کے مُقابلے میں نہ صِرف اِیران کو تنہا چھوڑ دِیا ہے بلکہ درپردہ اِس پر حملوں کے لئے راستے اور اڈّے فراہم کر رہے ہیں ۔کشمیر میں امن قائم کرنے کے نام پر صرف خُود مُختار وادی میں اپنا اڈہ بنانا (یعنی چین کے صنعتی اِنقلاب کے راستے بند کرکے برِصغیر کو اُس کی منڈی بننے سے روکنا) امرِیکی پروگرام کا حِصّہ ہے ۔ پاکستان کو جوہری طاقت بننے کی سزا دینا بھی امرِیکی ایجنڈے میں شامل ہے لیکن اُس کا اصل ہدف یا نِشانہ بیت اللہ شریف ہے ۔

آنے والے وقت میں امرِیکہ یہُودیوں کی تیّار کی گئی سازش کے مُطابق مُسلمانوں کے مُقدّس اور مرکزی مُقامات پر ایک دُوسرے انداز میں حملہ کرے گا اور یہ سطُور اِسی متوقع حملہ سے باخبر کرنے کے لیے لکھی جا رہی ہیں ۔نئی سازش کی صُورت یہ ہے کہ امرِیکہ اپنے کِسی دوست اِسلامی مُلک کے حُکمران سے کِسی دُوسرے اِسلامی مُلک کے اِختلافات بڑھا کر اُن دونوں مُلکوں میں جنگ کے حالات پیدا کر دے گا (اور امریکہ کا جو مسلمان حلِیف مُلک اِس سازش میں تعاوُن نہیں کرے گا اُس مُلک میں مِصر کی طرح خانہ جنگی کروا دی جائے گی جس کا دائرہ کار قریبی مُلکوں تک پھیلا دیا جائے گا تاکہ کوئی مسلمان مُلک مدد کو نہ آسکے یہاں تک کہ باغی مُلک کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑے گا ۔(عرب اور افرِیقی ممالک میں اُٹھنے والی حالیہ یورش اس کی واضح مثال ہے ۔خُدانخواستہ افرِیقی مُلک (برکینو فاسو) کے صدر اِبراہیم تورارے کو مُسلمانوں کا ہیرو بنا کر مہرے کے طور پر

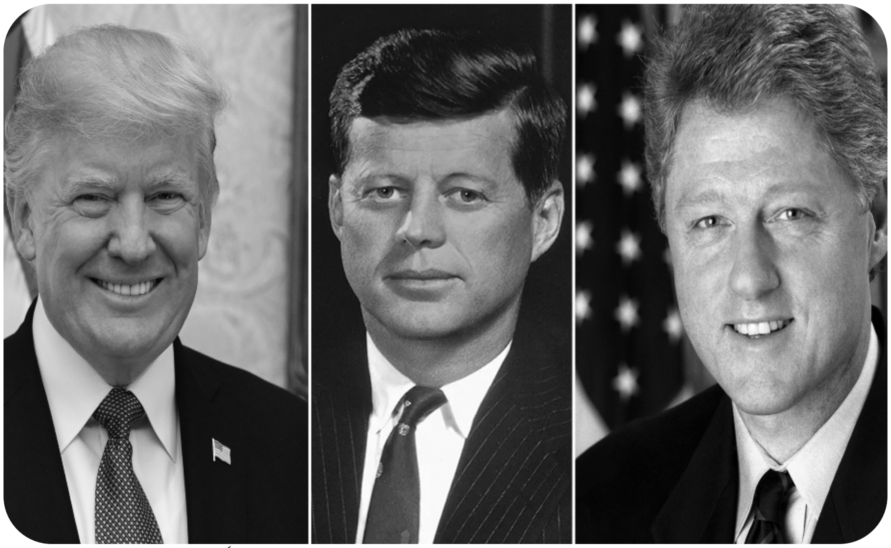

اِستعمال ہونے کے اِمکان کو رد نہیں کِیا جاسکتا، اُسامہ بِن لادن اور پاکستان میں تربیّت یافتہ طالبان کی کہانی ہمیں تارِیخی سبق سمجھانے کے لئے کافی ہے)۔ پھر جزیرۃ العرب کے کسی حُکمران کو اپنے ساتھ مِلا کر ایک فرِیق کی حمایت میں دُوسرے مُسلمان مُلک کے خِلاف شرِیک جنگ کر کے اُس پرحملہ کروائے گا۔ حملہ تو امرِیکی کمانڈروں کی نِگرانی میں ہو گا لیکن ظاہر یہی کِیا جائے گا کہ جزیرۃ العرب کے حُکمرانوں کی فوجیں لڑ رہی ہیں جس طرح عِراق کے خِلاف کویت کو بہانہ بنا کر سعُودی حُکمرانوں کی طرف سے عِراق پر حملہ کیا گیا تھا۔ ساری دُنیا کے مُسلم کویتی شیخ کی غلط حکمت عملی کے خِلاف عِراق کے حامی تھے لیکن جنگ میں سعُودی عرب کو شرِیک کر کے ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشِش کی گئی تھی کہ گویا عِراق اور سعُودی عرب میں لڑائی ہو رہی ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مُلکوں میں مُسلمان ہیں اور جب جنگ دو مُسلمان مُلکوں میں ہو گی تو دُنیا بھر کے مُسلمان دو حصّوں میں بٹ جائیں گے۔ عِراق نے پُوری کوشِش کی اور دُنیائے اِسلام کو یقین دِلایا جائے کہ اصل جنگ عِراق اور اِسرائیل کے درمیان ہے، امرِیکہ اِسرائیل کا سرپرست ہونے کے ناطے ہر دور میں فرِیق جنگ بنتا رہا ہے اور کویت عِراق کی سرحدوں کے بالکُل قریب امرِیکہ کو اڈے دے چکا تھا۔ کویت کا تیل، کویت کی سرزمین اور کویت کا سمندر عِراق کے دُشمنوں کے حوالے کیا جا چکا تھا اور ہے۔ امرِیکہ اِس علاقے میں زرِسیال (تیل) کے علاوہ عِراق کو قابو رکھنا اور ایران سے انتقام لینا چاہتا تھا اور ہے۔ عِراق نے کویت کو روکا تھا۔ کویت نے امرِیکہ سے شکایت کی تھی، امرِیکہ نے سعُودی عرب سے کہا تھا کہ کویت کا بہانہ بنا کر تُم اپنی سرزمین (جو اصل میں عالم اِسلام کی مُشترک سرزمین ہے) میری فوجوں کے حوالے کر دو اور یوں عِراق کے خِلاف بھرپُور حملوں کے لیے راستہ ہموار کِیا گیا تھا، یہاں تک کہ عِراق پر امرِیکی حملوں کی صُورت میں مُسلمان عِراق کی حمایت میں مُتّفق نہ ہو سکے۔ مُستقبل قریب میں بالکُل اِسی طرح امرِیکی سازش کے تحت دو مُسلمان مُلکوں میں جنگ ہو گی تو امرِیکہ اِس جنگ میں ایک مُلک کا ساتھ دے گا اور سعُودی عرب کو اپنے ساتھ مِلا کر اِس کی طرف سے حملہ کرائے گا ایسی صُورت میں جس مُسلمان مُلک پر حملہ ہو گا وہ سعُودی عرب کے خِلاف جوابی کاروائی پر مجبُور ہو جائے گا اور سعُودی عرب کے حُکمرانوں کے خلاف ہو گا امرِیکہ اپنے خُفیہ اڈوں سے حجاز میں مُسلمانوں کے مُقدّس مراکز پر میزائیل برسانا شُروع کر دے گا اور ساری دُنیا کے خبر رساں اداروں بی بی سی، فوکس نیُوز، سی این این، جیو نیُوز، زِی نیُوز، سکائی نیُوز اور الجزِیرہ وغیرہ کی طرف سے اعلان کروا دیا جائے گا کہ فلاں مُسلمان مُلک (اِیران) نے حجاز کے مُقدّس مراکز پر حملہ کر دیا ہے یوں یہُودی اور امرِیکی مقاصد اور مُفادات کے عین مُطابق مُسلمانوں کے مرکز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کیساتھ ساتھ مُسلمانوں میں پھُوٹ ڈال دی جائے گی۔ ساری دُنیا کے مُسلمان حتّیٰ کہ اُس مُلک کے باشِندے جس کا نام لے کہ حجاز پر حملہ کروایا جائے گا امرِیکہ کو نجات دھِندہ اور اِسلام کا مُحافِظ خیال کرنا شُروع کر دیں گے۔

> سوال یہ ہے کہ وہی امرِیکہ جس کا سابق صدر کلِنٹن مُسلسل پانچ دن بھارت کے دورے کے بعد صرف ساڑھے چار گھنٹے کے لیے اِسلام آباد اُتر کر قوم کو براہ راست "دھمکیاں" دے کر واپس روانہ ہو جاتا ہے جبکہ گزشتہ دو دہائیوں میں اور آج بھی وہی ملک صدر ٹرمپ کی زُبانی بانگِ دہل کہہ رہا تھا کہ امریکہ کو پاکستان کی دوستی پر فخر ہے لیکن اس جملہ میں ایک اور جملہ کا اضافہ بھی شامل ہے کہ سابق امرِیکی وزِیرِ خارجہ کولن پاؤل نے کہا تھا کہ دہشت گردی کے خِلاف مہم کو کشمِیر تک پھیلایا جاسکتا ہے

ماضی بعِید میں اِیرانی افواج سوڈان کی فوجوں سے مِل کر جنگی مشقیں کرتی رہی ہیں۔ مصر جو امرِیکہ کی گرِفت میں ہے اُس نے اعلان کِیا تھا کہ اِیرانی افواج کے سوڈان کی طرف آنے سے اُس کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ فرض کریں (خدانخواستہ) سوڈان اور ایران کے خلاف مصر فوجی کارروائی کرتا ہے تو امرِیکہ مصر کا ساتھ دے گا، ایران جو ہمسایہ مُلک ہے اور جسے امرِیکہ ہر قیمت پر تباہ کرنا چاہتا ہے، مصری افواج کی حکمتِ عملی سے اُسے جنگ میں شرِیک ہونے پر مجبُور کر دیا جائے گا اور جُونہی ایران حرکت کرے گا پہلے سے پروگرام کے تحت سعُودی عرب مصر کی حمایت کا اعلان کر دے گا۔ ایران مصر کے خِلاف ہے اور

آج بھی تمام خُوشحال اِسلامی مُمالک نے اپنی دولت اور یورپ میں موجُود اپنے تجارتی مُفادات کی خاطر اِسرائیل کے مُقابلے میں نہ صرف اِیران کو تنہا چھوڑ دِیا ہے بلکہ درپردہ اِس پرحملوں کے لئے راستے اور اڈّے فراہم کر رہے ہیں۔ کشمیر میں امن قائم کرنے کے نام پر صرف خُود مُختار وادی میں اپنا اڈہ بنانا (یعنی چین کے صنعتی اِنقلاب کے راستے بند کر کے برصغیر کو اُس کی منڈی بننے سے روکنا) امرِیکی پروگرام کا حصّہ ہے۔ پاکستان کو جوہری طاقت بننے کی سزا دینا بھی امرِیکی ایجنڈے میں شامل ہے لیکن اُس کا اصل ہدف یا نِشانہ بیت اللّٰہ شریف ہے

سعُودی عرب مِصر کا دوست اور حلیف ہے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی و اِنٹرنیٹ کے ذریعے ساری دُنیا کو یقین دِلانے کی کوشِش کی جائے گی کہ اِیران سعُودی عرب پر اور سعُودی عرب اِیران پر میزائل پھینک رہے ہیں۔ حقِیقت میں یہ میزائل امرِیکہ ہی کے خُفیہ مراکز سے دونوں مُلکوں پر پھینکے جا رہے ہوں گے اور جب دُنیا یقین کر لے گی کہ اِیران و سعُودی عرب میں میزائلوں کی لڑائی ہو رہی ہے تو امرِیکہ اُسی خُفیہ مرکز سے مُسلمانوں کے مُقدّس مُقامات پر میزائل برسا کر اپنے مذمُوم مقاصد حاصل کرے گا۔ ساری دُنیا کے مُسلمان یہی سمجھیں گے کہ یہ میزائل اِیران نے برسائے ہیں اور وہ اِیران کی شدِید مُخالفت پر اُتر آئیں گے حتیٰ کہ اُسے صفحۂ ہستی سے مِٹا دِیا جائے گا۔ اِیران و سوڈان کو شامل جنگ ایک وقت میں کیا جا سکتا ہے اور الگ الگ بھی۔ بہر حال یہ مُمالک امریکی فوجوں کے مراکز اور یہاں کا تیل امرِیکہ اور اِسرائیل کے لیے مالِ غنیمت ہو گا۔ اِسرائیل، اُردن، شام، عِراق، اِیران اور پاکستان کی سرحدیں

بالترتیب آپس میں مِلتی ہیں۔ شام کے حافظ الاسد نے اِسرائیل کو 14 سال تک اِن حملوں سے روکے رکھا، بالآخر شاہ اُردن کی اِسرائیل نوازی کے نتیجے میں شام پر اِسرائیل نواز حُکمران قابض ہو گئے۔ امریکہ و اِسرائیل ایسی ہی بے اِختیار حکُومت اِیران میں بھی سابق شاہ اِیران کے بیٹے احمد رضا شاہ کی سربراہی میں بنانا چاہ رہے ہیں، کیُونکہ عملی طور پر پاکستان تک پہنچے کے لئے اب صِرف اِیران کی رُکاوٹ ہے۔ یاد رہے کہ شہنشاہِ اِیران کی روایتی فوج ''ارتش'' کے مُقابلے میں اِمام خمینی کی بنائی گئی متوازی فوج ''پاسدارانِ اِنقلاب'' کو ہر عسکری شعبے میں زیادہ اِختیارات حاصِل ہیں۔

حال ہی میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستانی وزِیرِ دِفاع خواجہ آصِف کے بیان کے حوالے سے خاموش دھمکی بھی دی ہے کہ پاکستان کو اِس جنگ میں کُودنے کی ضرُورت نہیں ہے، یعنی وہ ایک ایک کر کے اپنے ہدف کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں تا کہ خانہ کعبہ تک پہنچنے کے لئے دُنیا کے کِسی کونے میں کوئی ایسی مُسلم ریاست نہیں بچنی چاہیے جو اُن کی راہ میں رُکاوٹ بن سکے۔

مُسلمان سربراہوں کی زِندگیوں میں یہُود خواتِین کی طوِیل فہرِست کو نظرانداز نہیں کِیا جا سکتا۔ اُردن کے شاہ حُسین کا خاندان تو یہُود خواتِین کے ساتھ رِشتے داریوں اور تعلقات میں خاصی شُہرت رکھتا ہے جبکہ اُن کی ہمشِیرہ دبئی کے شہنشاہ المکتُوم کی اہلیہ ہیں اور خُود ہمارے دِینی مرکز خانہ کعبہ کے فرمانروا، خادمین حرمین شریفین سلمان بن عبدالعزِیز کی پرورش یہُودی خاتُون نے کی ہے۔

اب سوچنا یہ ہے کہ کیا القاعدہ،، طالبان اور ملالہ وغیرہ کو ہیرو بنانے کے لیے مہرے کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے؟ کیا پاکستانی مِیڈیا میں "US-AID" پروگرام کے ذریعے عوام کو بیوقوف نہیں بنایا جا رہا؟ کیا امرِیکی عوام وظائف اور سہُولتوں کے بدلے اِسرائیل نواز امرِیکی صدر کو مُنتخِب کر کے تیسری دُنیا کے عوام خصوصاً مُسلمانوں کے قتل عام کا باعث نہیں بنتے؟ اور کیا عرب مُمالک میں مخصُوص مقاصد کی تکمِیل کیلئے حالات کو خراب نہیں کیا جا رہا ہے؟

موجودہ دہائی میں سعُودی عرب کے عوام کو اِسلامی شعار سے دُور کرنے کا ہر حربہ اِستعمال کیا گیا ہے اور جمہُوریت و ترقی کے نام پر اِسلامی اقدار کو پامال کر کے یہاں مغربی اقدار کو مَضبُوط نہیں کیا جا رہا ہے تا کہ خانہ کعبہ پر خُود ساختہ حملے کی صُورت میں امرِیکہ کو نجات دہندہ اور مُحافِظ ثابت کیا جا سکے اور وہاں دیرپا قیام کا جواز پیدا ہو سکے۔؟

ایران، کشمیر اور امتِ مسلمہ!!!

شیخ عبدالمومن
ترجمہ: محمد جواد

ایران اور کشمیر کا رشتہ محض تاریخی یا لسانی نوعیت کا نہیں بلکہ ایک روحانی ربط ہے جو صدیوں پر محیط ہے۔ فارسی زبان نے کشمیر کی تہذیب و ثقافت کو جس طرح سنوارا، اسی انداز میں ایران کے صوفیانہ اور فکری اثرات نے کشمیری اذہان کو روشن کیا۔ علامہ محمد اقبالؒ نے کشمیر کو بجا طور پر ''ایرانِ صغیر'' قرار دیا، اور آج بھی کشمیری عوام ایران کو دل سے قریب ترین ملک سمجھتے ہیں۔ 1979 کا اسلامی انقلاب، امام خمینیؒ کی قیادت میں، نہ صرف ایران بلکہ عالم اسلام کے لیے ایک بیداری کا لمحہ تھا۔ اس انقلاب نے مستضعفین کو آواز دی اور سامراجی قوتوں کو للکارا۔ کشمیر میں اس انقلاب کی بازگشت بھی سنی گئی۔ کشمیری نوجوانوں نے ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کے اس ایرانی ماڈل سے تحریک لی۔ یہی وجہ ہے کہ ایران ہمیشہ کشمیری مظلوموں کے حق میں کھڑا نظر آیا، چاہے اقوام متحدہ کے فورمز ہوں یا بین الاقوامی بیانات۔ 2025 میں اسرائیل کی جانب سے ایران پر کیا گیا جارحانہ حملہ دراصل اُس صہیونی منصوبے کی ایک کڑی ہے جس کا ہدف پورے خطے کو غیر مستحکم کرنا ہے۔ ایران کی تنصیبات، فوجی مراکز، اور حتیٰ کہ شہری علاقوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ صہیونی میڈیا نے اس حملے کو ''دفاعی کارروائی'' قرار دیا، لیکن حقیقت میں یہ ایک اعلانِ جنگ تھا۔ ایران نے غیر متوقع طور پر فوری اور شدید ردعمل دیا۔ ایرانی پاسداران انقلاب نے کئی اسرائیلی مراکز کو نشانہ بنایا۔ تہران نے واضح پیغام دیا کہ یہ قوم کسی بھی قیمت پر سرنگوں نہیں ہوگی۔ ایران کی اس مزاحمتی پالیسی نے دنیا بھر کے آزاد پسندوں کے دلوں میں ایک بار پھر امید جگا دی۔

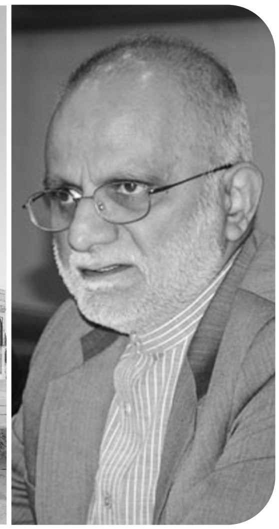
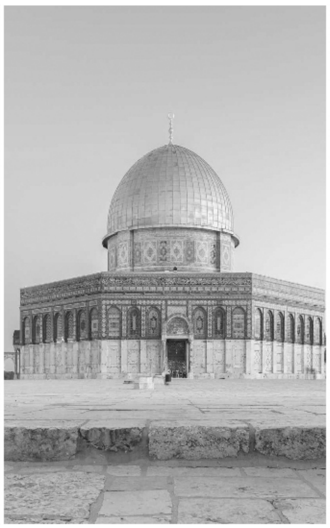
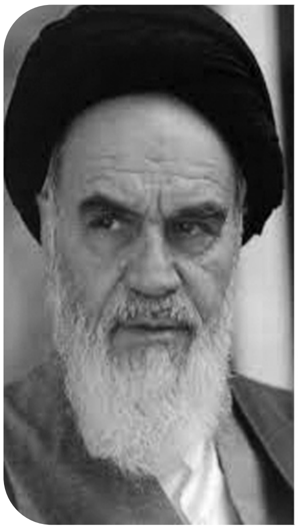

یہ مزاحمت صرف فوجی یا عسکری میدان میں نہیں تھی، بلکہ ایرانی قوم نے بھی اس جنگ میں جس یکجہتی، صبر اور جذبے کا مظاہرہ کیا، وہ اسلامی تاریخ کی یاد تازہ کر گیا۔ سوشل میڈیا پر ایرانی نوجوانوں کی اپیلیں، زخمیوں کے لیے خون دینے والے رضا کار، اور شہیدوں کے جنازوں میں لاکھوں کا ہجوم اس بات کا ثبوت تھا کہ ایران آج بھی زندہ ہے، بیدار ہے، اور جھکنے کو تیار نہیں۔ ایرانی استقامت کے برعکس مسلم دنیا کی قیادت اس مرحلے پر بدترین خاموشی کا شکار رہی۔ نہ کسی عرب ملک نے مذمتی بیان دیا، نہ کسی اسلامی اتحاد نے ہنگامی اجلاس بلایا۔ کچھ ممالک نے حتیٰ کہ ایران کی مزاحمت کو ''خطے کے امن کے لیے خطرہ'' بھی قرار دیا۔ یہ رویہ اس بات کا واضح اعلان تھا کہ مسلم قیادتیں آج بھی سامراجی دباؤ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، اور ان کی پالیسیاں ان کے عوام کی امنگوں کے برعکس ہیں۔

یہ مزاحمت صرف فوجی یا عسکری میدان میں نہیں تھی، بلکہ ایرانی قوم نے بھی اس جنگ میں جس یکجہتی، صبر اور جذبے کا مظاہرہ کیا، وہ اسلامی تاریخ کی یاد تازہ کر گیا۔ سوشل میڈیا پر ایرانی نوجوانوں کی اپیلیں، زخمیوں کے لیے خون دینے والے رضا کار، اور شہیدوں کے جنازوں میں لاکھوں کا ہجوم اس بات کا ثبوت تھا کہ ایران آج بھی زندہ ہے، بیدار ہے، اور جھکنے کو تیار نہیں۔

کشمیری عوام اس پوری صورتحال کو محض ایک تماشائی کی نظر سے نہیں دیکھ رہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ایران کی کمزوری یا تنہائی کا مطلب صرف تہران کا نقصان نہیں، بلکہ اس کے اثرات سرینگر، غزہ، اور صنعاء تک محسوس کیے جائیں گے۔ کشمیری حلقوں میں یہ احساس گہرا ہوتا جا رہا ہے کہ اگر ایران کو صہیونی قوتیں کچلنے میں کامیاب ہوگئیں، تو پھر تحریکِ آزادی کشمیر کے لیے بھی عالمی سطح پر ہمدردی کا ایک بڑا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اسرائیل اور اس کے مغربی اتحادی جانتے ہیں کہ ایران ہی وہ واحد ملک ہے جو اسرائیل کو اعلانیہ چیلنج کرتا ہے، فلسطین اور مزاحمتی قوتوں کا عملی و نظریاتی پشت پناہ ہے، اور عالمی نظامِ ظلم کے خلاف مزاحمت کی علامت ہے۔ ایران کو اگر آج تنہا کیا گیا تو کل فلسطین، یمن، لبنان اور کشمیر سب صہیونی شکنجے میں آ سکتے ہیں۔ ایران پر حملہ دراصل پوری اُمت پر حملہ ہے۔ اگر امتِ مسلمہ اس مرحلے پر خاموش رہی، تو کل تاریخ اس خاموشی کو بزدلی، مصلحت پرستی اور خودغرضی کے نام سے یاد کرے گی۔ ایران کی مزاحمت محض قومی غیرت کا مظہر نہیں بلکہ ایک نظریاتی دفاع ہے۔۔۔ وہ دفاع جو بیت المقدس، کربلا، اور سرینگر کو آپس میں جوڑتا ہے۔

والدین کا لاڈلا برہان۔قوم کا لاڈلا کیسے بنا!!!

شیخ محمد امین

حزب کمانڈر برہان مظفر وانی 19 ستمبر 1994ء کو ڈاڈہ سرہ ترال مقبوضہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ان کے والد محمد مظفر وانی ایک ماہر تعلیم اور سرکاری ہائر سیکنڈری میں پرنسپل کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ان کی والدہ پوسٹ گریجویٹ ہیں اور اور ان کے دادا جی ڈپٹی ڈائریکٹر پلاننگ کے عہدے پر فائض رہے ہیں۔ پورے علاقے میں اس خاندان کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔لیکن کیا کریں، یہ ضرب المثل کہ غلاموں کی کوئی عزت نہیں ہوتی کے مصداق، بھارتی فورسز کی نظروں میں جو سلوک عام لوگوں کے ساتھ روا رکھا جاتا رہا ، اس علمی اور با اثر خاندان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا رہا۔نعیم اور عادل نامی ان کے دو قریبی رشتہ دار 90 کی دہائی میں ہی بھارتی فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں شہید کئے گئے۔خانہ تلاشیوں کی آڑ میں، اس گھر اور اس خاندان کے باسیوں کا عزت نفس اسی طرح مجروح ہوتا رہا جس طرح ڈاڈہ سرہ کی بستی کے اور لوگوں کا ہوتا رہا۔صبر اور عزیمت کا پہاڑ بن کے یہ خاندان سب کچھ سہتا رہا۔ انہی سنگین اور پر آشوب حالات میں برہان نے جنم لیا، وہ بڑھتا رہا، سکول جاتا رہا لیکن ساتھ ساتھ اپنی قوم اور اپنے خاندان کے ساتھ، بھارتی فورسز اور ریاستی پولیس ٹاسک فورس کا ظالمانہ اور جابرانہ سلوک دیکھتا رہا۔ برہان وانی شاید مزید کچھ وقت کیلئے یہ برداشت کرجاتا لیکن 2010 میں اس نے اپنے سامنے اپنے بھائی کو بھارتی فورسز کے ہاتھوں پٹتا اور اسے خون میں لت پت بیہوش پڑا دیکھا۔اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بھارت کی غلامی کے خلاف نفرت کا لاوا پھوٹ پڑا اور اس نے اسی وقت مجاہدین آزادی کی صفوں میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔شیر کی ایک دن کی زندگی کے تصور نے اسے آزادی کے مدھر اور سریلے گیتوں سے آشنا کیا۔اس کی عمر اس وقت صرف 15 سال کی تھی۔اس کے قریبی دوستوں اور اساتذہ کا کہنا ہے کہ وہ حزب المجاہدین جموں کشمیر کے نائب امیر سیف اللہ خالد سے بہت متاثر تھے اور دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ میرا راستہ ، سیف اللہ کا راستہ۔ واضح رہے کہ حزب نائب امیر سیف اللہ خالد

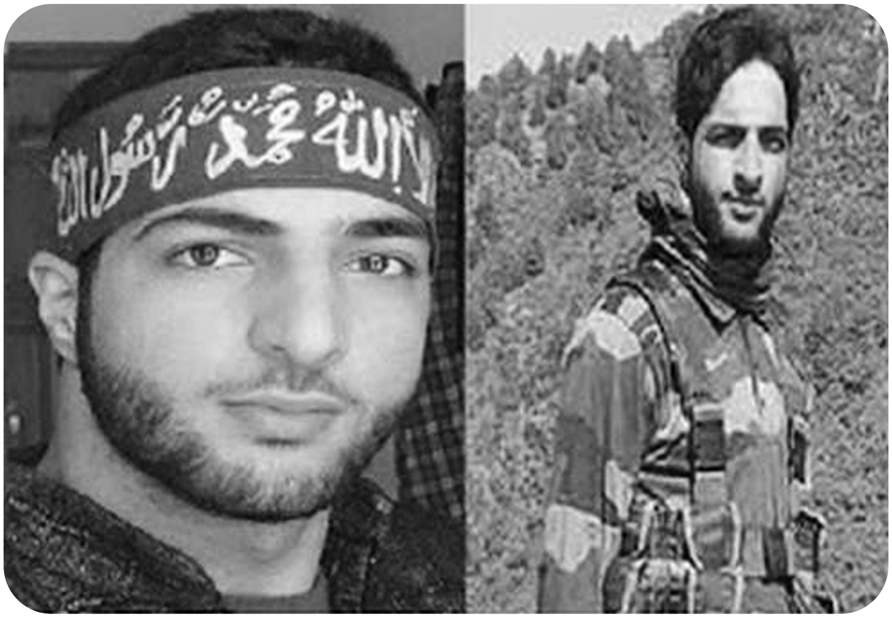

کے اپنے دو بیٹے اور ایک بھائی اس تحریک کی نذر ہو چکے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ 9/11 کی آڑ میں پرویز مشرف نے تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے یوٹرن لیا اور اس کے نتیجے میں بھارتی حوصلوں کو ایک جلا ملی اور مجاہدین کشمیر عملاً کمزور ہوئے۔بھارتی عسکری ماہرین نے یہاں تک دعویٰ کیا کہ ریاست میں عسکریت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور کشمیری قوم نے بھارت کے ساتھ جینے پر اب سمجھوتہ کیا ہے۔لیکن برہان مظفر وانی کے ریاست کی مقامی تنظیم حزب المجاہدین میں داخلے کے بعد یہ تصور آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔اس شیر دل بچے میں قائدانہ صلاحتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔اس نے پہلے ہی مرحلے پر اپنے لئے کوئی فرضی نام یا کوڈ نام رکھنا ، مناسب نہ سمجھا۔اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر پولیس ٹاسک فورس کے اہلکاروں سے ہتھیار چھین کر، اسی ہتھیار کو بھارتی فورسز کے خلاف استعمال کرنے کا ہنر سیکھا۔سوشل میڈیا کیلئے ایک منظم ٹیم تشکیل دی اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی خداداد صلاحیتوں کے نتیجے میں، بالائی نظم کے حکم پر، قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔سوشل میڈیا پر اس نے پوری کشمیری قوم کو اپنی تنظیم کی طرف متوجہ کیا اور یہ احساس دلایا کہ کسی کے سہارے جینے کے بجائے، اللہ پر توکل کرکے، اس تحریک کو آگے بڑھایا جانا ممکن ہے۔سینکڑوں جوان حزب کی صفوں میں داخل ہوئے۔کل تک جو عسکریت کے صفایا ہونے کی بات کررہے تھے، ان کو برہان نے جھوٹا ثابت کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ برہان نہ صرف مجاہدین کشمیر کا لاڈلا قائد بنا، بلکہ کشمیری عوام میں بھی کافی مقبول ہوا، اتنی مقبولیت شاید 1947ء سے آج کی تاریخ تک کسی کے حصے میں نہیں آئی۔برہان نے حزب المجاہدین کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا اور حزب نائب سربراہ سیف اللہ خالد کے بقول شہادت سے صرف 20 دن پہلے اس نے اپنے قائدین سید صلاح الدین اور ان تک یہ پیغام پہنچایا تھا کہ کشمیری قوم نہ جھکے گی اور نہ بکے گی۔ان شاء اللہ یہ ضرور آزاد ہوگی، تاہم اپنے حوالے سے اس نے یہ بات بھی کہی تھی کہ جتنی صلاحتیں اللہ نے اسے دی ہیں، نبھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔دونوں بزرگ استقامت کی اور سعادت کی زندگی کے ساتھ شہادت کی موت کی دعا فرمائیں۔8 جولائی 2016 جمعہ کو انہیں شہادت کا مقام ملا۔ان کی شہادت کی خبر سنتے ہی پوری کشمیری قوم اپنے اس جواں سال ہیرو کیلئے گھروں سے باہر نکل آئی۔لاکھوں لوگوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور

ریاست کے چپے چپے پر ہزاروں غائبانہ نماز جنازہ ادا کئے گئے۔ لاکھوں لوگ جن میں بچے، خواتین ،بزرگ اور جوان بھارتی فورسز اور بھارتی قبضے کے خلاف مظاہرے کئے۔ 100 سے زائد لوگ تک شہید ہو گئے، زخمیوں کی تعداد 4500 کا ہندسہ عبور کرگئی۔ یہ سلسلہ کئی مہینوں تک جاری رہا۔ پورا بھارت ہل گیا۔تاریخ گواہ ہے کہ ایک برہان کی شہادت ہزاروں برہانوں کو جنم دے چکی ہے اور بھارتی پالیسی سازوں کو شاید نوشتہ دیوار پڑھنی چاہئیے تھی کیونکہ جہاں ان کی فورسز ایک برہان کا مقابلہ نہیں کرسکیں وہاں ہزاروں برہانوں کا مقابلہ وہ کس طرح کرسکتے ہیں۔معروف بھارتی انسانی حقوق کے کارکن گوتم نولکھا کے مطابق بھارتی حکومت خون کی پیاسی ہے۔انہیں کشمیری نہیں ،کشمیری زمین چاہیئے۔لیکن یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ظلم ظلم ہے،بڑھ جاتا تو مٹ جاتا ہے۔برہان وانی کی شہادت، بھارتی ظلم و جبر کے خلاف مزاحمت کی ایک نئی علامت بن گئی۔ یہ محض ایک نوجوان کی قربانی نہ تھی بلکہ اس نے تحریکِ آزادی کشمیر کو ایک نئی روح ،نئی سمت اور نیا ولولہ بخشا۔

برہان کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ گولیاں نظریات کو ختم نہیں کرسکتیں، اور نہ ہی ظالمانہ طاقتوں کے ذریعے ایک مظلوم قوم کو غلامی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔بھارت نے جس چنگاری کو بجھانے کی کوشش کی، وہ اب ایک بھڑکتے ہوئے شعلے میں بدل چکی ہے ہی ایسا شعلہ جو صرف بھارت ہی نہیں، بلکہ عالمی امن کے لئے بھی ایک چیلنج بن سکتا ہے۔اگر آج بھی عالمی ضمیر خاموش رہا اور بھارت نوشتہ دیوار پڑھنے سے گریز کرتا رہا،تو یہ شعلہ کل ایک ایسی آگ بن سکتا ہے جو پوری دنیا کے امن کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔وقت آگیا ہے کہ دنیا مظلوم کشمیریوں کی آواز سنے، اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے ہی قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے۔اللہ کشمیریوں پر رحم فرمائے اور انہیں آزادی کی وہ صبح عطا فرمائے جس کی وہ نسلوں سے قیمت چکا رہے ہیں۔

حزب کمانڈر برہان مظفر وانی 19 ستمبر 1994ء کو ڈاڈہ سرہ ترال مقبوضہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ان کے والد محمد مظفر وانی ایک ماہر تعلیم اور سرکاری ہائر سیکنڈری میں پرنسپل کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ان کی والدہ پوسٹ گریجویٹ ہیں اور ان کے دادا جی ڈپٹی ڈائریکٹر پلاننگ کے عہدے پر فائض رہے ہیں۔ پورے علاقے میں اس خاندان کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔لیکن کیا کریں ،یہ ضرب المثل کہ غلاموں کی کوئی عزت نہیں ہوتی کے مصداق، بھارتی فورسز کی نظروں میں جو سلوک عام لوگوں کے ساتھ روا رکھا جاتا رہا ،اس علمی اور با اثر خاندان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتا رہا۔نعیم اور عادل نامی ان کے دو قریبی رشتہ دار 90 کی دہائی میں ہی بھارتی فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں شہید کئے گئے

آپ نے پوچھا ہے!!! ....

مفتی خالد عمران خالد آپ کے سوالوں کا جواب دیں گے

سوال: موبائل میں بلا وضو قرآنِ مجید پڑھنا کیسا ہے کیا پڑھ سکتے ہیں

جواب: موبائل میں دیکھ کر بلا وضو قرآنِ مجید پڑھنا جائز ہے، چوں کہ قرآنِ کریم کو دیکھ کر ہاتھ لگائے بغیر زبانی تلاوت کرنا جائز ہے، اس لیے موبائل فون میں دیکھ کر بے وضو قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے، اگر اسکرین پر قرآنِ کریم کھلا ہوا ہو تو بے وضو موبائل کو مختلف اطراف سے چھونا اور پکڑنا بھی جائز ہے، البتہ اسکرین کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس وقت قرآنِ کریم اسکرین پر کھلا ہوا ہوتا ہے اس وقت اسکرین کو چھونا قرآن کو چھونے کے حکم میں ہوتا ہے۔

سوال: موبائل میں بغیر وضو کے قرآن پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نیچے سفید صفحہ کو ٹچ کر سکتے ہیں؟

جواب: وضو کے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت جائز ہے، لیکن قرآنِ کریم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، اس لیے موبائل کی اسکرین پر اگر قرآن کریم کھلا ہوا ہو تو اسکرین کو وضو کے بغیر چھونا جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ موبائل کے دیگر حصوں کو مختلف اطراف سے چھونا جائز ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص رنگ کا کام کرتا ہے یا پائپ کی فٹنگ کا کام کرتا ہے اور یہ کام اس کا روزانہ کی بنیاد پر ہوتا ہے تو اس دوران اس کے اعضاء وضو بھی رنگین ہو جاتے ہیں، یا ہاتھ میں سلوشن چپکتا ہے اور ان کے ہوتے ہوئے وضو کا پانی ان اعضا تک نہیں پہنچتا ہے، تو کیا اس کا وضو ہو جائے گا؟ اگر نہیں ہوتا تو کیا کرے؟ کیوں کہ وہ بہت مشکل سے ہٹتا ہے!

جواب: واضح رہے کہ جن اعضاء کا وضو میں دھونا فرض ہے، ان اعضاء تک پانی پہنچنا ضروری ہے، ان میں سے کوئی عضو سوئی کے ناکے کے برابر بھی خشک نہ رہے کہ اس پر پانی نہ پہنچا ہو، اگر ان اعضاء میں سے کسی عضو میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی ایسی جگہ ہو جس تک پانی نہ پہنچا ہو تو وہ وضو شرعاً نامکمل ہے، اور ایسے نامکمل وضو سے پڑھی گئی نماز بھی کالعدم ہوگی اور ذمہ میں اسی طرح فرض رہے گی جس طرح نہ پڑھنے والے کے ذمہ میں رہتی ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر اعضائے وضو میں سے کسی عضو پر رنگ، سلوشن یا اور کوئی ٹھوس چیز لگ جائے جس کے ہوتے ہوئے کھال تک پانی نہیں پہنچتا ہو تو اس کے لگے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو نہ ہوگا۔ عموماً رنگ تو مٹی کے تیل وغیرہ سے بہت آسانی سے صاف ہو جاتا ہے، اسی طرح سلوشن بھی مٹی کے تیل وغیرہ سے تھوڑی سی کوشش کے بعد چھوٹ جاتا ہے، لہٰذا اعضاء وضو پر سے ان چیزوں کو صاف کرنا ضروری ہوگا؛ کیوں کہ اس میں زیادہ مشقت نہیں ہے، یا دستانے وغیرہ پہن کر رنگ کرے، اور وضو کرنے سے پہلے انہیں اتار کر وضو کر لے۔ البتہ اگر کھال پر سلوشن لگا ہو اور پوری کوشش کے بعد بھی مکمل طور پر نہ چھوٹے، اور زیادہ کوشش کے نتیجے میں کھال اترنے یا زخم بننے کا اندیشہ ہو تو جس قدر ہٹ سکے اس کا چھڑانا ضروری ہوگا۔

سوال: کیا نسوار منہ میں رکھنے سے وضو ختم ہو جائے گا؟ یا کلی کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: نسوار لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، تاہم ایسے افراد کو مسجد میں داخل ہونے سے پہلے خوب اچھی طرح سے اپنا منہ صاف کر لینا چاہیے، تاکہ منہ میں نسوار کی بو باقی نہ رہے۔ فقط واللہ اعلم۔ اختیاط اس میں کہ ناپسندیدہ ہے اور کراہت آتی ہے اختیاط کیا جائے

سوال: سر پر مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر مہندی خشک نہ ہوئی ہو؟

جواب: اگر سر پر مہندی کا لیپ خشک ہو گیا ہو، اور مہندی جمی ہوئی ہو تو اس پر مسح کرنے سے مسح درست نہیں ہوگا، کیوں کہ خشک جمی ہوئی مہندی بالوں تک پانی کی تری پہنچنے سے مانع ہے، البتہ اگر مہندی تازہ ہو (گیلی ہو) اور مہندی زیادہ گاڑھی نہ ہونے کی وجہ سے پانی کی تری بالوں تک پہنچ جائے یا مہندی دھوئی گئی ہو اور صرف مہندی کا رنگ باقی ہو تو حرج نہیں

سوال: اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہے ہوں اور دورانِ نماز پیشاب کا قطرہ نکل جائے تو کیا نماز چھوڑ دینی چاہیے؟ وضاحت کر دیں۔

جواب: پیشاب کا قطرہ نکل جائے چاہے دورانِ نماز ہو یا خارجِ نماز، بہرصورت وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا اگر دورانِ نماز پیشاب کا قطرہ نکل جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے اور پھر نماز ادا کرے۔

(نوٹ) مفتی خالد عمران خالد جامعہ منصورہ لاہور کے فاضل ہیں اور راولپنڈی میں قدیم دینی ادارے جامعہ صدیقیہ اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ اور دارالافتاء کے نگران ہیں۔ پاکستان کے مختلف اخبارات و جرائد میں لکھتے رہے ہیں۔ اب کشمیر الیوم میں "آپ نے پوچھا" کے عنوان پر دینی مسائل میں رہنمائی کریں گے۔ شرعی حوالے سے اپ اپنے سوال ارسال کر سکتے ہیں۔

مفتی صاحب سے آپ اس نمبر 03005259116
ای میل Taibahfoundation1@gmail.com
رابطہ کر سکتے ہیں

داستان حجازی

راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی

جو رُکے تو کوہ گراں تھے ہم۔۔۔۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

وسیم حجازی

بیس کیمپ میں قیام کے دوران میں نے سید مودودیؒ کی درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا، الجہاد فی الاسلام، خطبات، تحریک اور کارکن، پردہ، تفہیمات، تنقیحات، تصریحات، استفسارات، رسائل و مسائل، تفہیم القرآن کی تفسیر تو زیرِ مطالعہ رہتی ہی تھی۔ اسکے علاوہ انکی کتاب ”خلافت اور ملوکیت“ میں نے خوست افغانستان کے معسکر میں پڑھی۔ تربیت کے دوران جب بھی مجھے فرصت ملتی تو میں اسے بیٹھے بیٹھے اور کبھی کبھی کھڑے کھڑے ہی پڑھا کرتا۔ میرے مدِنظر ہمیشہ یہ بات رہی کہ ایک مجاہد کو جتنی ضرورت عسکری تربیت کی ہے اس سے کہیں زیادہ ضرورت اسے فکری تربیت کی ہے۔ جسمانی صلاحیت کے ساتھ ساتھ دماغی صلاحیت محاذِ جنگ کا اولین تقاضا ہے۔ بہرحال بالواسطہ یا بلاواسطہ بیس کیمپ میں قیام کے دوران ہر مجاہد کی فکری تربیت میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لٹریچر کا کلیدی کردار رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ کے علاوہ جس قلمکار نے مجھے بیحد متاثر کیا وہ اردو کے مشہور و معروف تاریخی ناول نگار نسیم حجازی ہیں جنکی ناولوں نے نہ صرف مجھے مسلمانوں کی درخشاں تاریخ کے عروج وزوال سے روشناس کرایا بلکہ میرے دل میں جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت کی چنگاریوں کو شعلوں میں بدل دیا۔ نسیم حجازی کا تعارف مجھے ان کی لکھی ہوئی پہلی ناول ”داستانِ مجاہد“ کے ذریعے ہوا جو انہوں نے 1938 میں لکھی تھی۔ انکی اس ناول کو میں نے پہلی بار 1988 میں پڑھا جب میں ساتویں جماعت کا طالبِ علم تھا۔ ہمارے گھر میں دیگر اسلامی کتب کے علاوہ نسیم حجازی کی دو ناولز ”داستانِ مجاہد“ اور ”محمد بن قاسم“ موجود تھی۔ لیکن سب سے پہلے میری نظرِ انتخاب ”داستانِ مجاہد“ پر پڑی اور اسی ناول نے میری آئندہ زندگی کے خدوخال طے کئے۔ جس طرح ”داستانِ مجاہد“ نسیم حجازی کی پہلی ناول تھی جس کو انہوں نے ضبطِ تحریر میں لایا تھا اسی طرح یہ ناول میری زندگی کی پہلی ناول تھی جسکو میں نے پڑھا اور پھر اپنی زندگی میں اس ناول کو میں نے تقریباً دس بارہ مرتبہ پڑھا۔ یہ کتاب میرے لڑکپن کی یادگار کتاب ہے جس نے میرے دل کے تاروں کو چھوا۔ میں نے زندگی میں بہت ساری کتابیں پڑھیں لیکن یہ وہ پہلی کتاب تھی جو میرے لڑکپن میں مجھے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر کے مجھے اس دور میں لے کر جاتی جب مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا صرف جہاد تھا۔ اسی کتاب کی وجہ سے مجھے اس مقدس لفظ سے عشق ہو چکا تھا۔ بہرحال جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس جہادی ناول کی پرچھائیاں میری زندگی پر بھی پڑنے لگیں اور اسکے بعد میری زندگی ناول کے مرکزی کردار ”نعیم“ کا پیچھا کرنے لگی۔

ہجرت سے پہلے میں نے نسیم حجازی کی دوسری ناول ”محمد بن قاسم“ بھی پڑھ لی تھی جو کہ بنو امیہ دور کے سترہ سالہ عظیم جرنیل محمد بن قاسم کی سندھ میں راجہ داہر کے خلاف فوج کشی کے متعلق تھی۔ جبکہ ہجرت کے بعد بیس کیمپ میں جو پہلی کتاب میں نے پڑھی وہ بھی نسیم حجازی کی ناول ہی تھی جسکا نام ”خاک اور خون“ ہے۔ اس ناول میں انہوں نے اس زمانے کی منظر کشی کی ہے جب دو قومی نظریہ کے تحت پاکستان ہندوستان سے علیحدہ ہوا تھا جسکے نتیجے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لاکھوں مسلمان ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ اس ہجرت کے دوران ان پر کیا کیا قیامتیں گذریں، اس ناول نے ان تمام قیامت خیز مراحل کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انسان کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیتی ہے۔ چونکہ ہماری ہجرت بھی اسی ہجرت کا ایک تسلسل تھا اور ہم اسی نامکمل ایجنڈے کی تکمیل کیلئے گھروں سے ہجرت کر کے نکلے تھے اس لئے اس ناول نے میرے ذہن کے بند دریچے کھول دئے اور مجھے اپنی ہجرت کا اصل پس منظر سمجھا دیا۔ بیس کیمپ میں قیام کے دوران وقتاً فوقتاً میں نے نسیم حجازی کی دیگر ناولوں کا مطالعہ بھی جاری رکھا جن میں قافلہ حجاز، قیصر و کسریٰ، شاہین، اندھیری رات کے مسافر، کلیسا اور آگ، یوسف بن تاشفین، آخری چٹان، آخری معرکہ، معظم علی اور تلوار ٹوٹ گئی قابلِ ذکر ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے اس غمخوار کی وفات کی خبر 2 مارچ 1996 کو جب ریڈیو صدائے حریت کشمیر سے نشر ہوئی تو میں انتہائی غمزدہ ہوا۔ ان دنوں میں ایک نامعلوم جگہ پر ایک معسکر میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ عسکری تربیت لے رہا تھا۔ اسکے بعد 19 جون 1996 کو ایک اور عسکری تربیت کے دوران جب میرے ساتھ حادثہ پیش آیا تو ان دنوں بھی میرے زیرِ مطالعہ نسیم حجازی کی ہی ایک ناول ”شاہین“ تھی۔ یوں اتفاق سے نسیم حجازی کا انتقال بھی اسی سال ہوا جس سال میرے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ اس حوالے سے سال 1996 میرے لئے ”عام الحزن یعنی غم کا سال“ قرار پایا۔

اقبال نے جو پیغام اپنی شاعری کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو دیا، وہی پیغام نسیم حجازی نے اپنی ناولوں کے ذریعے قوم کو دیا۔ عراق، ہسپانیہ، ہندوستان میں مسلمانوں پر جو کچھ بیتی نسیم حجازی کا قلم اپنی ناولوں میں اسکا نوحہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ کے ہیروز کی شجاعت کی داستانیں سنا کر مسلم نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی پوری کوشش کی اور انکے ہاتھوں میں شمشیرِ عمل تھما کر انہیں رزم گاہِ حق و باطل میں کود جانے کیلئے آمادہ کیا۔ انہوں نے اپنی تاریخی جہادی ناولوں کے ذریعے کئی نسلوں کو متاثر کیا۔ جہادِ افغانستان سے لیکر جہادِ کشمیر میں حصہ لینے والے سرفروشوں کے جذبوں اور ولولوں کو زندہ و تابندہ رکھنے میں انکی لکھی ہوئی ناولوں کا اہم کردار رہا ہے۔

نسیم حجازی خود اپنی تحریروں کے بارے میں رقمطراز ہیں: ”بہتی ہوئی ندیوں کی قوت و دلکشی کناروں کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ جو

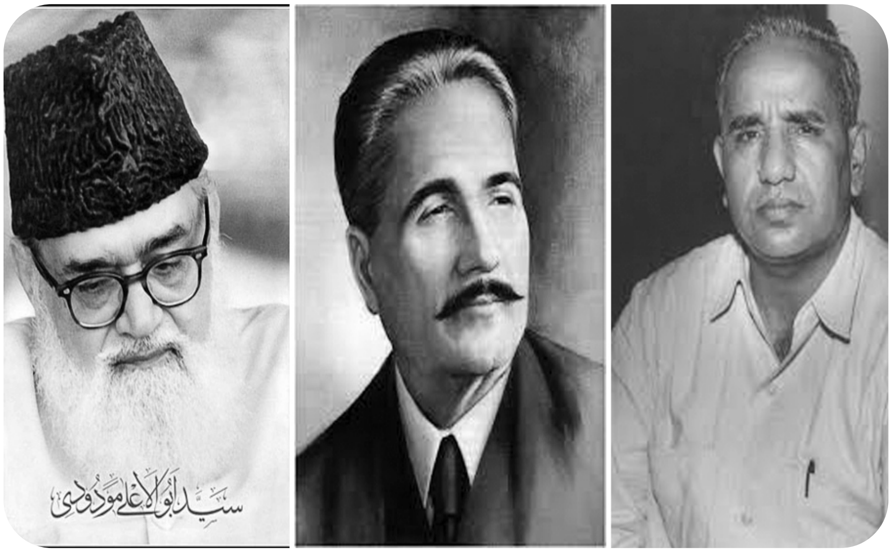

موجیں ٹوٹے ہوئے کناروں سے باہر نکل جاتی ہیں انکو جوہڑ اور دلدل جذب کر لیتے ہیں۔اگر میں اپنے ادب کو شفاف پانی سے تشبیہ دینے کی جسارت کر سکتا ہوں تو مجھے اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ میرے وہ مضبوط کنارے تھے جنہوں نے مجھے آلودگیوں سے پاک رکھا اور میرے بہاؤ کا رخ متعین کر دیا اور مولانا شبلی نے مجھے تاریخِ اسلام کی وہ دلکش جھلکیاں دکھائیں جن سے میری داستان رنگین ہوئی''۔

جون 1996 سے جون 1997 تک منصورہ ہسپتال لاہور میں میرے قیام کو اب ایک سال مکمل ہو چکا تھا۔یہ ایک سال میری زندگی کا سب سے مشکل ترین اور سب سے تکلیف دہ سال تھا۔یہ ایک سال کیا گذرا جیسے ایک صدی گذر گئی۔اس ایک سال کا ایک ایک لمحہ میرے لئے ایک ایک قیامت تھی۔ 19 جون 1996 کے اس بھیانک لمحے سے شروع ہونے والا یہ سال میرے لئے شدید درد، شدید بخار، شدید پریشانی، شدید غم کے ساتھ ساتھ ایک ایسی بے بسی لیکر آیا جس نے میرے ہوش و حواس اڑا کے رکھ دیے۔اس ایک سال نے میری ہمت اور میرے حوصلے کا وہ امتحان لیا جس نے میرے وجود کو لرزہ براندام کیا۔وہ ایک سال میرے لئے کس قدر صبر آزما تھا اسکی شدت کا احاطہ کرنے کیلئے الفاظ کا ایک سمندر چاہیے۔وہ ایک سال میری زندگی میں رنج والم کا جو طوفان لیکر آیا اسکا مقابلہ کرتے کرتے اب تک میرے قلب وجگر میں ہزاروں چھید ہو چکے ہیں۔

میری کمر پر لگنی والی چوٹ محض ایک چوٹ نہ تھی بلکہ یہ چوٹ ایک ایسی داستان کا دیباچہ تھا جسکا ایک صفحہ گرچہ آنسوؤں سے تر تھا اور رنج وغم سے پر تھا تو دوسرا صفحہ ہمت اور حوصلے، صبر اور توکل علی اللہ کی سیاہی سے لکھا ہوا تھا۔اس داستان نے اس راز کو افشاء کیا کہ اللہ کے فضل سے ایک کمزور انسان کس طرح پہاڑ جیسی آزمائش کا مقابلہ کر سکتا ہے اور اپنے رب کے کرم سے اپنے حوصلوں سے کس طرح اپنی زندگی کی جنگ کو شکست سے بچاتے ہوئے فتح سے ہمکنار کر سکتا ہے۔وہ نامعلوم ملٹری ہسپتال، اتفاق ہسپتال اور منصورہ ہسپتال میری اس درد بھری داستان کے چشم دید گواہ ہیں جنہوں نے ایک چلتے پھرتے انسان کو بستر مرض پہ بے بسی کی تصویر بنتے دیکھا اور درد سے نا آشنا انسان کو درد سے تڑپتے ہوئے دیکھا۔ان ہسپتالوں کی جن چار دیواریوں نے مجھے شدید تکلیف میں بے انتہا صبر کرتے ہوئے دیکھا یقیناً روزِ محشر وہ میرے صبر ورضا کی گواہی بھی دینگے۔ انشاءاللہ

ٹوٹ کر، بکھر کر، جاں گداز مراحل سے گذر کر میرا وجود اب اس نئی طرز زندگی کو اپنا چکا تھا۔اب یہ بات طے تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اب مجھے اپنی بقیہ زندگی وہیل چیئر پر ہی گذارنی ہے۔تقدیر الٰہی میں یہی لکھا تھا کہ میری ٹانگوں نے صرف بیس سال کی عمر تک ہی میرا ساتھ دینا ہے۔اب میری زندگی کے سفر میں مختلف پڑاؤ آنے تھے جن میں پہلا پڑاؤ تو لاہور تھا اور اب دوسرا پڑاؤ مظفرآباد تھا۔منصورہ ہسپتال میں مزید رکنا مناسب نہ تھا کیونکہ مجھے اب مزید کسی علاج کی ضرورت نہ تھی۔دوسری وجہ یہ تھی کہ لاہور شہر بیس کیمپ کے مرکز مظفرآباد سے کافی دوری پر تھا، مجھے لاہور سے مظفرآباد منتقل کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔حادثے کے بعد منصورہ لاہور میں پورا ایک سال گذارنے کے بعد میرا اگلا پڑاؤ اب مظفرآباد تھا۔مبشر بھائی نے لاہور سے اسلام آباد تک ہوائی ٹکٹ کا بندوبست کیا۔چونکہ میرے ساتھ اس وقت دو ساتھی (شہید اعجاز اور شہید اشرف غزنوی) میری تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے لیکن میرے ساتھ سفر میں ایک ہی ساتھی کو میرے ساتھ آنے کی اجازت ملی۔چونکہ دونوں ساتھیوں کو ہوائی سفر کا شوق تھا اسلئے مبشر بھائی نے دونوں میں قرعہ اندازی کی اور قرعہ فال شہید اعجاز کے نام نکلا۔شہید اشرف زمینی سفر طے کر کے مظفرآباد پہنچ گئے اور شہید اعجاز میرے ساتھ ہوائی سفر کے ذریعے سوئے منزل روانہ ہوئے۔جب میں لاہور ایئرپورٹ پہنچا تو مجھے وہ منظر رہ رہ کے یاد آیا جب پچھلے سال مجھے سٹریچر پر انتہائی نازک حالت میں اسلام آباد سے یہاں لایا گیا تھا۔سٹریچر سے اب وہیل چیئر تک کا یہ ایک سال کا سفر کتنے قیامت خیز مرحلوں سے گذرا تھا اسکو یاد کرتے ہی اب بھی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔دو بندوں کی مدد سے مجھے جہاز میں بٹھایا گیا اور جہاز مقررہ وقت پر ہوا میں اڑان بھرنے لگا۔اب کی بار میں نے نیچے نظر دوڑائی تو شہر لاہور میری نگاہوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔تاحدِ نگاہ مکان ہی مکان، کتنا گنجان شہر۔آہ! یہی تو وہ شہر ہے جہاں میرے دو روحانی مرشد علامہ اقبالؒ اور مولانا مودودیؒ آسودہ خاک ہیں۔میرا دل، میرا دماغ میری زبان کا ساتھ دے کر جیسے بہ زبانِ حال کہہ رہے تھے''الوداع ،اے شہرِ لاہور، الوداع۔تیرے ساتھ جڑی یادیں میری کتابِ زندگی کا اہم ترین باب ہے جسکو پڑھنے والے جب پڑھیں گے تو اپنے آنسو روک نہ پائیں گے۔'' قریباً ایک گھنٹے کا ہوائی سفر طے کر کے ہم اسلام آباد ایئرپورٹ پہنچ گئے۔یہاں سے ہم ایک چھوٹے سے فوکر طیارے کے ذریعے پہاڑوں کے اوپر سے گذرتے ہوئے مظفرآباد پہنچ گئے۔

ایران، امریکہ اور اسرائیل: جنگ کا اختتام، یا نئی شروعات؟

محمد جواد

جنگ کے بادل چھٹنے لگے ہیں، مگر سوالات کے بادل ابھی باقی ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ کے افق پر گرجتے میزائل، جلتی عمارتیں اور لرزتی فضائیں اب وقتی طور پر خاموش ہیں، لیکن یہ خاموشی فتح کی ہے یا تھکن کی؟ ایران، اسرائیل اور امریکہ ہی تینوں اپنی اپنی جگہ کامیابی کے دعوے کر رہے ہیں، مگر حقیقت کی کھلی آنکھ پوچھتی ہے: کون جیتا؟ اور کون ہارا؟

بنجامن نیتن یاہو کی سیاست ہمیشہ ایک خوف کے گرد گھومتی رہی: ایران کے جوہری ہتھیار۔ 1996ء میں جب وہ پہلی بار اسرائیل کے وزیرِ اعظم بنے، تب سے وہ امریکہ کو اس بات پر اکساتے رہے کہ ایران کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کر دیا جائے۔ مگر برسوں کی کوششوں کے باوجود کسی امریکی صدر نے یہ انتہائی قدم نہیں اٹھایا بلکہ نہ بل کلنٹن، نہ بش، نہ اوباما اور نہ بائیڈن۔ پھر آئے ڈونالڈ ٹرمپ۔ ان کا دور، روایات توڑنے اور خطرات مول لینے کا تھا۔ نیتن یاہو سے ان کے ذاتی روابط بھی محض سفارتی نہ تھے بلکہ ان کے یہودی داماد جیرڈ کشنر کا خاندانی تعلق نیتن یاہو سے کاروباری سطح پر جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹرمپ نے یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کیا، گولان کی پہاڑیوں پر قبضے کو جائز قرار دیا، اور ایران سے 2015ء کا جوہری معاہدہ چاک کر کے پھینک دیا۔

اب، اپنے دوسرے دورِ صدارت کے صرف چار ماہ بعد، ٹرمپ نے نیتن یاہو کے دباؤ میں ایران کی جوہری تنصیبات پر بمباری کا حکم دے کر مشرقِ وسطیٰ کی شطرنج کو الٹ کر رکھ دیا۔ اگرچہ ٹرمپ نے ایرانی مراکز پر حملہ کر کے نیتن یاہو کا خواب پورا کیا، مگر اس کے بدلے خود اپنی سیاست کو داؤ پر لگا دیا۔ ان کی ریپبلکن پارٹی کے اندر سخت بے چینی پھیل گئی۔ عوامی سروے میں صرف 16 فیصد امریکیوں نے جنگی مداخلت کی حمایت کی، جبکہ پارٹی کارکن "MAGA" کی ٹوپیاں اور شرٹس جلا کر احتجاج کرتے نظر آئے۔ کانگریس کی ان کی قریبی رکن، مارجری ٹیلر گرین، نے کھلے الفاظ میں ٹرمپ پر "سیاسی خیانت" کا الزام لگایا اور کہا: "یہ اسرائیل کی جنگ ہے، امریکہ کی نہیں!"

ایرانی جوابی کارروائی برق رفتاری، منصوبہ بندی اور ٹارگٹڈ حکمت عملی کی اعلیٰ مثال تھی۔ جب تل ابیب، حیفہ، بن گورین ایئرپورٹ اور اسرائیلی انٹیلی جنس کے مراکز پر میزائل برسنے لگے، جب اسرائیلی شہری تہہ خانوں میں پناہ لینے لگے، اور جب آئرن ڈوم بیلسٹک میزائلوں کے سامنے ناکام دکھائی دینے لگا، تو اسرائیلی قیادت کو احساس ہوا کہ وہ جس شکار کو کمزور سمجھ بیٹھے

تھے، وہ درحقیقت ایک نیا طوفان ہے۔ ایران نے نہ صرف اسرائیلی اہداف کو نشانہ بنایا بلکہ دوحہ میں امریکی اڈے پر حملہ کر کے واشنگٹن کو بھی باور کرا دیا کہ ایران صرف نعرے نہیں لگاتا بلکہ عمل بھی کرتا ہے۔

13 جون کے اسرائیلی حملے میں ایران کے کئی سائنسدان اور فوجی افسر مارے گئے۔ ابتداء میں دنیا کو لگا کہ ایران سنبھل نہ پائے گا، مگر صرف تین دنوں میں ایران نے جنگ کا رُخ موڑ دیا۔ خبریں آنا شروع ہو چکی تھیں کہ امریکی صدر نے امیرِ قطر سے رابطہ کیا اور ایران کو سیز فائر پر آمادہ کرنے کی درخواست کی ہے۔ اسرائیل پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔ اب باقاعدہ سیز فائر کا اعلان ہو چکا ہے۔ بلکہ سیز فائر ہو چکا ہے۔ ہاں سوال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ کیا یہ محض ایک "وقفہ" ہے یا مستقبل کے کسی بڑے طوفان سے پہلے کی خاموشی؟ یہ سوال ابھی کھلا ہے۔ تاہم صدر ٹرمپ کا God Bless You Iran کہنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے، وہ اس جنگ میں براہ راست پھنسنا نہیں چاہتا۔

نیویارک ٹائمز نے حالیہ رپورٹ میں سوال اٹھایا ہے Can: Iran,srael and the U.S. Now All Claim to Have Won (کیا ایران، اسرائیل اور امریکہ تینوں جیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟)

ظاہر ہے، ہر فریق اپنے اپنے بیانیے کو کامیابی کے پردے میں لپیٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ: ایران نے عسکری طور پر ثابت کیا کہ وہ تنہا نہیں، بے بس نہیں، اور محدود نہیں۔

اسرائیل نے وقتی برتری تو حاصل کی تھی، لیکن وہ اسے برقرار نہیں رکھ سکا، دفاعی کمزوری نے اس کی ساکھ کو زخم دیئیے۔ امریکہ ایک ایسی جنگ میں کود پڑا جس کے لیے اس کے عوام، سیاستدان اور حتیٰ کہ افواج بھی ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ سیز فائر ہو چکا ہے۔ مگر مشرقِ وسطیٰ کے افق پر ابھی بھی ایک دھندسی چھائی ہوئی ہے۔ ممکن ہے آئندہ دنوں میں یہ امن کا سورج لے کر آئے۔ اور ممکن ہے یہ کسی نئی جنگ کا پیش خیمہ ہو۔

ضلع کشتواڑ کے علاقے چھاترو سنگھ پورہ میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونریز جھڑپ

2 مجاہدین راہ حق میں شہید، سندیپ پانڈورنگ گائیکر سمیت 9 فوجی ہلاک، کئی زخمی

مقبوضہ کشمیر کے مختلف علاقوں میں بھارتی فوج اور تحقیقاتی ایجنسیوں کے چھاپے۔۔۔ایک درجن نوجوان گرفتار، متعدد جائیدادیں ضبط

ہمایوں قیصر

16 مئی 2025۔۔۔ضلع راجوری کے بدھل راتھر منڈی پل کے قریب ایک 23 سالہ نوجوان ذہین شاہ کی لاش پُراسرار حالت میں برآمد ہوئی ہے۔

19 مئی 2025۔۔۔بھارتی فوج نے ضلع پونچھ اور منڈی میں متعدد مقامات پر آزادی پسند کارکنوں اور ان کے رشتہ داروں کے گھروں پر چھاپے مارے اور تلاشی لی اس دوران گھروں میں موجود قیمتی اشیاء کو بھی ضبط کیا گیا۔

19 مئی 2025۔۔۔بھارتی پولیس اور ریاستی تحقیقاتی ایجنسی (SIA) نے وادی کشمیر کے ضلع شوپیاں کے علاقے ڈی کے پورہ میں محاصرے اور تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران زاہد احمد اور انور خان نامی دو نوجوانوں کو گرفتار کیا۔ بھارتی فورسز نے نوجوانوں کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کے لیے ان سے اسلحہ وگولہ بارود برآمد کرنے کا دعویٰ کیا۔

17 مئی 2025۔۔۔ضلع پونچھ میں کنٹرول لائن کے قریب گشت کے دوران بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک بھارتی فوجی زخمی ہوگیا۔ جموں کی کوٹ بھلوال جیل میں عمر قید کی سزا کاٹنے والے 63 سالہ نظربند محمد ایوب میر ساکن صدر بل سرینگر طبی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے معدے کے کینسر میں مبتلا ہوگئے۔ یاد رہے محمد ایوب میر حق خود ارادیت کی جدوجہد کی پاداش میں گزشتہ 22 برس سے بھارتی جیل میں قید ہیں۔

20 مئی 2025۔۔۔بھارتی بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے "این آئی اے" نے بھارتی فوج کے ہمراہ ضلع پلوامہ میں پامپور کے علاقے فرستہ بل میں کالے قانون کے تحت اویس فیروز میر کی کئی مرلے کی زمین ضبط کرلی۔ جبکہ بھارتی حکام نے ضلع بارہمولہ میں نوپورہ تجر کے رہائشی ارشد احمد تیلی اور سوپور کے علاقے ہارون کے فردوس احمد ڈار اور نذیر احمد ڈار کی 29 مرلہ اراضی بھی ضبط کرلی ہے۔ مقبوضہ جموں وکشمیر کے ضلع سرینگر میں بھارتی پولیس نے سوشل میڈیا پر 'قابل اعتراض' مواد اپ لوڈ کرنے پر ایک پروفیسر ڈاکٹر عبدالوسیم اور خاتون صحافی آصفہ بشیر ساکن کولگام کو گرفتار کرلیا ہے۔ پولیس کی سائبر برانچ نے کولگام سے تعلق رکھنے والے ایک سابق پروفیسر ڈاکٹر عبدالوسیم اور صحافی آصفہ بشیر کو گرفتار کرنے کے بعد پروفیسر کو پولیس سٹیشن شیر گڑھی اور خاتون صحافی کو ویمن پولیس سٹیشن رام باغ بھیج دیا۔ ضلع کشتواڑ کے علاقے چھاترو سنگھ پورہ میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونریز جھڑپ ہوئی جو دو دن تک جاری رہی۔ مجاہدین کے ابتدائی حملے میں بھارتی فوجی سندیپ پانڈورنگ گائیکر سمیت 9 فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ بھارتی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ جھڑپ کے دوران دو مجاہدین بھی شہید ہوئے ہیں۔ حریت رہنماء میرواعظ عمر فاروق کو ممتاز آزادی پسند رہنماؤں میرواعظ مولوی محمد فاروق، خواجہ عبدالغنی لون اور شہداء حول کو خراج عقیدت پیش کرنے اور فاتحہ خوانی میں شرکت کے لئے درگاہ سرینگر شہداء مزار جانے سے روک دیا گیا۔ ضلع جموں کے سانبہ کے علاقے میں ایک بھارتی فوجی اہلکار سنپا نجی نگراجو نے اپنی سروس رائفل سے خود پر گولی چلا کر خودکشی کرلی۔

25 مئی 2025۔۔۔ضلع سانبہ میں ایک تیز رفتار گاڑی کی ٹکر سے بھارتی پولیس کا ایک افسر ہلاک اور ایک کانسٹیبل زخمی ہوگیا۔ ہلاک ہونے والے پولیس افسر کی شناخت اسسٹنٹ سب انسپکٹر یوگ راج سنگھ کے طور پر کی گئی ہے۔

26 مئی 2025۔۔۔ضلع بارہمولہ کے علاقے آزاد گنج پل پر بھارتی فوج کی گاڑی نے ایک اسکوٹی سوار عبدالغنی راتھر کو جان بوجھ کر ٹکر ماردی جس کے نتیجے وہ موقع پر ہی شہید ہوگیا ہے۔ ضلع پونچھ کے علاقے کلائی میں بھی بھارتی فوج کی گاڑی نے ایک اور گاڑی کو ٹکر ماردی جس کے نتیجے میں تین افراد زخمی ہوگئے۔ ضلع سرینگر میں تین دن قبل لاپتہ ہونے والے ایک نوعمر لڑکے 13 سالہ عنایت احمد ساکن پلہ پورہ، گوری پورہ کی لاش علاقے نور باغ میں دریائے جہلم سے برآمد کرلی گئی۔ بھارتی فوج نے جموں کے جنگلاتی علاقوں میں تلاشی کی کارروائیوں کو تیز کرتے ہوئے ضلع کے دور دراز علاقوں میں فوج کے دو بریگیڈ تعینات کردیئے ہیں اور علاقے میں اپنا ایک موبائل نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ ایک بریگیڈ کو سرتھل میں جبکہ دوسرے کو بلاور کے علاقے رام پور میں تعینات کیا گیا ہے۔

29 مئی 2025۔۔۔بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر پر اپنا غیر قانونی تسلط مزید مضبوط کرنے کیلئے بھارتی فوج کی مزید 581 کمپنیوں کی تعیناتی کی منظوری دی ہے۔ بھارتی حکومت نے ہندو امرناتھ یاترا کی آڑ میں ان کمپنیوں کو اس لئے اجازت دی تاکہ مقبوضہ علاقے میں خوف اور دہشت کا ماحول قائم کیا جاسکے۔ بھارتی حکومت نے مقبوضہ علاقے میں پہلے ہی نو لاکھ سے زائد قابض فوجیوں کو تعینات کر رکھا ہے۔ ضلع شوپیاں کے علاقے باسکُچھن میں بھارتی فوج نے محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کے دوران دو نوجوانوں عرفان بشیر اور عزیر الاسلام کو ایک جھوٹے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔

30 مئی 2025۔۔۔ضلع بارہمولہ کے اوڑی علاقے میں ایک حادثے کے دوران بھارتی پولیس کی ایک گاڑی الٹ گئی جس کے نتیجے میں آٹھ بھارتی پولیس اہلکار زخمی ہوگئے۔ ضلع کشتواڑ میں کے علاقے چھاترو میں بھارتی فوج کی ایک گاڑی نے دانستہ طور پر 55 سالہ خاتون حنیفہ بیگم کو ٹکر مار کر شہید کردیا۔ اس درندگی کے خلاف اہل علاقہ نے زبردست احتجاج کیا اور عوام نے اس

موقعہ پر آزادی کے حق میں اور بھارت کے خلاف نعرے لگائے۔

31 مئی 2025۔۔۔ضلع کشتواڑ میں دو کشمیری نوجوانوں کو کالے قانون پبلک سیفٹی ایکٹ (پی ایس اے) کے تحت حراست میں لیا ہے۔حراست میں لیے گئے افراد کی شناخت رستم علی اور ارشد حسین کے نام سے ہوئی ہے۔حکام نے انکی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے ان پر بھارت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔یاد رہے بھارتی افواج نے 22 اپریل کو پہلگام فالس فلیگ آپریشن کے بعد سے 3ہزار سے زائد کشمیریوں کو گرفتار کیا ہے جن میں زیادہ تر تعداد نوجوانوں کی ہے جنہیں بلاوجہ گرفتار کرنے کے بعد جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ضلع پونچھ کے سرنکوٹ علاقے میں بھارتی فوج کے ایک ریٹائرڈ اہلکار محمد بشیر کی لاش پراسرار حالات میں پانی کے ایک ٹینکر سے برآمد ہوئی ہے۔

1جون 2025۔۔۔ضلع پونچھ کے سرن کوٹ سلیاں علاقے میں اعجاز احمد نامی نوجوان کو سوشل میڈیا کا غلط استعمال کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔

3جون 2025۔۔۔ضلع بارہمولہ کے درد پورہ زالورہ کے علاقے میں بھارتی پولیس نے جماعت اسلامی کے رکن عبدالرزاق کے گھر پر چھاپہ مارا اور ان کے گھر کی تلاشی لی ۔ پولیس نے جماعت اسلامی سے وابستہ عبدالرزاق حجام کے گھر سے اہم دستاویزات، کتابیں اور موبائل فون اپنے قبضے میں لے لیے۔بھارتی پولیس نے ضلع کپواڑہ کے علاقے ہندواڑہ میں فاروق احمد ڈار کی غیر منقولہ جائیداد ضبط کرلی ہے۔

3جون 2025۔۔۔قابض بھارتی انتظامیہ نے ایک پولیس کانسٹیبل سمیت تین مسلم سرکاری ملازمین کو آزادی پسند تنظیموں سے تعلق کا جواز بنا کر برطرف کر دیا ہے۔سرکاری ملازمتوں سے برطرف کیے گئے کشمیریوں میں ایک پولیس کانسٹیبل، ایک سکول ٹیچر اور سرکاری میڈیکل کالج کا ایک جونیئر اسٹنٹ شامل ہیں جنہیں برطرف کرنے کے بعد حکام نے جیلوں میں قید کر دیا ہے ۔یاد رہے بھارتی انتظامیہ نے 2019 سے لیکر اب تک ایک سو سے زائد ملازمین کو ان کی نوکریوں سے فارغ کر دیا ہے۔

4جون 2025۔۔۔بھارت کے دارالحکومت نئی دلی میں ایک کشمیری نوجوان کی لاش پراسرار حالات میں برآمد ہوئی ہے۔ نوجوان کی شناخت زبیر احمد بٹ کے نام سے ہوئی ہے جو بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر کے گرمائی دارالحکومت سرینگر کے علاقے عالی کدل کا رہائشی ہے۔30 سالہ زبیر احمد بٹ کو ہندوانتہا پسند عناصر نے بہیمانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے بے دردی سے قتل کیا ہے۔غمزدہ اہلخانہ اور مقامی لوگوں نے اس ظلم کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ واقعہ میں ملوث افراد کو کڑی سزا دی جائے۔

5جون 2025۔۔۔ضلع پونچھ میں کے علاقے سرنکوٹ علاقے میں ایک حادثے کے دوران ایک پولیس کانسٹیبل رخسار خان ہلاک ہوگیا۔

7جون 2025۔۔قابض بھارتی انتظامیہ نے کشمیری مسلمانوں کو سری نگر کی تاریخی جامع مسجد اور عید گاہ میں عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کی اجازت اس سال بھی نہیں دی۔ یاد رہے کہ 2019 میں مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی کے خاتمے کے بعد سے کشمیری مسلمانوں کو ان دونوں جگہوں پر مسلسل عید کی نماز سے روکا جارہا ہے۔

9جون 2025۔۔۔ضلع بارہمولہ کے گلمرگ علاقے میں ایک بھارتی فوجی لانس نائیک بنورلال سرن نے اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر خودکشی کرلی ہے۔اس واقعہ سے جنوری 2007 سے اب تک مقبوضہ کشمیر میں خودکشی کرنے والے بھارتی افواج کے اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر 627 ہوگئی ہے۔

10جون 2025۔۔۔بدنام زمانہ تحقیقاتی ادارے اسٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی (ایس آئی اے) کے اہلکاروں نے ضلع پونچھ کے علاقے ساوجیاں میں محمد جمیل کے گھر پر چھاپہ مارا اور تلاشی لی ،اس دوران اہلکاروں نے مکینوں کو ہراساں کیا اور مکان کے کاغذات ، بینک کی دستاویزات، موبائل اور دیگر الیکٹرانک آلات کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ضلع شوپیاں کے علاقہ نیو کالونی کے رہائشی 33 سالہ نوجوان وسیم احمد کی لاش اہربل آبشار کے قریب سے برآمد ہوئی ہے۔یاد رہے وسیم احمد کولگام کے علاقے سے کئی روز پہلے لاپتہ ہوگیا تھا۔

11جون 2025۔۔۔ضلع رام بن میں کالے قانون "یو اے پی اے" کے تحت این آئی اے اور بھارتی پولیس نے ایک مشترکہ کارروائی کے دوران حزب المجاہدین سے وابستہ مجاہد محمد سلیم کی ایک کنال اور ایک مرلہ زرعی زمین ضبط کرلی ہے۔

13جون 2025۔۔۔بھارتی انتظامیہ نے ضلع اسلام آباد کے نوشہرہ، بجبہاڑہ میں شاہنواز نامی ایک ذہنی طور پر معذور شخص پر کالے قانون پبلک سیفٹی ایکٹ (پی ایس اے) کے تحت گرفتار کرنے کے بعد جموں خطے کی کوٹ بلوال جیل میں منتقل کیا گیا۔

14جون 2025۔۔۔ضلع سری نگر کے علاقے اتھواجن کے قریب دریائے جہلم سے نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔

15جون 2025۔۔۔مقبوضہ کشمیر کے سرینگر علاقے میں پریشان حال والدین نے ایران میں پھنسے 1300 کشمیری طلباء کی واپسی کے لئے پریس کالونی میں پرامن احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے بھارتی انتظامیہ سے بچوں کی فوری واپسی کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا۔یاد رہے ایک دن پہلے اسرائیل نے اقوام متحدہ کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی کرکے ایران پر حملہ کیا اس دوران ہزاروں میزائل گرا کر فوجی تنصیبات اور سول آبادی کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں اسلامی جمہوریہ ایران کو کافی مالی وجانی نقصان اٹھانا پڑا، حملے میں سینکڑوں لوگوں کی اموات ہوئی ہے جن میں اعلیٰ فوجی افسران اور سائنسدانوں سمیت بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔جبکہ بڑی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے ہیں جن میں متعدد کشمیری طلباء بھی شامل ہیں۔